لاہور

ہفت روزہ

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

18

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
32 واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

18 تا 24 شوال المکرم 1444ھ / 9 تا 15 مئی 2023ء

دُنیا کی محبت

آخرت اور قیامت کے انکار کا ایک بڑا سبب دُنیا کی حد سے بڑھی ہوئی محبت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾﴾ (القیٰمۃ)

''ہرگز نہیں! بلکہ تم لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو!''

یعنی تمہاری گمراہی کا اصل سبب یہ ہے کہ تم عاجلہ کی محبت میں گرفتار ہو، اور اس کے پرستار بن گئے ہو۔ لفظ ''عاجلہ'' عجلت سے بنا ہے، اس سے مراد ''دُنیا'' ہے۔ اس لیے کہ اس کا نفع بھی فوری اور نقد ہے اور نقصان بھی فوری اور نقد۔ اس کی لذتیں بھی بالفعل محسوس ہوتی ہیں اور اس کی کلفتیں بھی فوری اثر کرنے والی ہوتی ہیں۔ تم اس عاجلہ سے دل لگائے ہوئے ہو اور آخرت کی زندگی کو نظر انداز اور فراموش کئے ہوئے ہو۔ یہاں عاجلہ کا لفظ استعمال کر کے اس حقیقت کی جانب توجہ مبذول کرا دی گئی کہ اس دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ فوری لذتوں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور فوری آسائشوں کو قربان نہیں کر سکتے، وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اس کے برعکس جنہیں آگے بڑھنا ہوتا ہے اور جو دُور اندیش اور دُور بین ہوتے ہیں وہ فوری راحت و آرام کو تج دیتے ہیں اور سخت محنت کرتے ہیں یہاں تک کہ راتوں کو جاگتے ہیں تا کہ اپنے دُنیوی کیریئر کو روشن بنا سکیں۔ بالکل اسی طرح جو لوگ دُنیا کی فوری لذت اور عیش و راحت کو قربان کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، جو اس عاجلہ (دُنیا) کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور اس عروسِ ہزار داماد کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہو کر رہ جاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ آخرت سے غافل رہتے ہیں اور اللہ کی جناب میں محاسبہ کے لیے کھڑے ہونے کو فراموش کر دیتے ہیں، وہ اُخروی زندگی میں لامحالہ ناکام اور خائب و خاسر ہو کر رہیں گے۔ لیکن افسوس کہ انسان مختصر سی حیاتِ دُنیوی میں تو مستقبل سے غافل نہیں ہوتا لیکن آخرت کی ابدی زندگی سے غافل رہتا ہے۔

قرآن کریم کا منتخب نصاب
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

هر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے......

قرآن مجید سے تعلق: چند.....

قرآن وسنت کا باہمی تعلق (3)

پاکستان بحرانوں کی زد میں

انصاف اپنا اپنا

جس طرف دیکھیے قیامت ہے

شیطانی وحی کا نزول جھوٹوں اور بدکاروں پر

سُورۃُ الشُّعَرَاء | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات : 221 تا 223

هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ عَلٰى مَنۡ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيۡنُ ؕ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ ۙ﴿۲۲۲﴾
يُّلۡقُوۡنَ السَّمۡعَ وَاَكۡثَرُهُمۡ كٰذِبُوۡنَ ؕ﴿۲۲۳﴾

آیت: ۲۲۱ ﴿هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ عَلٰى مَنۡ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيۡنُ ﴿۲۲۱﴾﴾ ’’کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کن پر اُترا کرتے ہیں؟‘‘

اے وہ لوگو! جو سمجھتے ہو کہ یہ قرآن جنات اور خبیث روحوں کا بنایا ہوا ہے‘ آؤ! میں تمہیں بتاؤں کہ یہ شیاطین کن لوگوں پر اُترا کرتے ہیں۔

آیت: ۲۲۲ ﴿تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ ﴿۲۲۲﴾﴾ ’’وہ تو اُترتے ہیں ہر جھوٹ گھڑنے والے گناہگار پر۔‘‘

یہ تو گویا ’’کند ہم جنس با ہم جنس پرواز‘‘ والا معاملہ ہے۔ یعنی گندے اور خبیث کردار‘ دوستی اور قرب کے لیے اپنے جیسے کرداروں ہی کو ڈھونڈتے ہیں۔ چنانچہ شیاطین بھی اپنے التفات کے لیے انسانوں میں سے انہی لوگوں کے ساتھ رابطہ رکھیں گے جو گناہ اور بدکرداری میں اپنی مثال آپ ہوں۔

آیت: ۲۲۳ ﴿يُّلۡقُوۡنَ السَّمۡعَ وَاَكۡثَرُهُمۡ كٰذِبُوۡنَ ﴿۲۲۳﴾﴾ ’’وہ القا کر پہنچتے ہی سنی سنائی باتیں‘ اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فرشتے عنان یعنی ابر میں اترتے ہیں اور ان میں باہم اس امر کا تذکرہ ہوتا ہے جس کا فیصلہ آسمان پر ہو چکا ہے۔ شیاطین (بادلوں تک پہنچ کر) اس بات کو چوری سے سن پاتے ہیں اور کاہنوں کے دلوں میں لا کر ڈال دیتے ہیں۔ کاہن اس کے ساتھ سو جھوٹ اپنی طرف سے شامل کر دیتے ہیں۔ (رواہ البخاری)

درس حدیث

اللہ تعالیٰ تین افراد کا دشمن

عَنۡ اَبِی هُرَیۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصۡمُهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ: رَجُلٌ أَعۡطٰی بِیۡ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهٗ، وَرَجُلٌ اسۡتَأۡجَرَ أَجِیۡرًا فَاسۡتَوۡفٰی مِنۡهُ وَلَمۡ یُعۡطِهٖ أَجۡرَهٗ)) (رواہ المسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں قیامت کے دن تین افراد کا دشمن ہوں گا۔ ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام پہ عہد کیا، اور پھر وعدہ خلافی کی۔ دوسرا وہ جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور سے محنت پوری لی لیکن اس کی مزدوری نہ دی۔‘‘

تشریح: اس حدیث میں جہاں عہد کی پاسداری کا حکم ہے وہاں کسی آزاد شخص کو بیچنے کی بھی ممانعت ہے۔ لوگوں سے اُجرت پر کام کرانا کوئی بری بات نہیں ہے۔ لیکن مزدور کی اجرت روکنا بری بات ہے۔ مزدور کی پوری مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دینا چاہیے۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے......

آقائے نامدار رہبر و رہنما حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو دنیا کے جس خطے سے ٹھنڈی ہوا آئی تھی اُس کی کانٹ چھانٹ سے اسلامی جمہوریہ پاکستان قائم ہوا۔ دین اسلام پاکستان کی بنیاد تھا اور جمہور نے 1946ء میں ووٹ کے ذریعے اس بنیاد پر ایک ڈھانچہ تعمیر کر دیا۔ اسلام اور جمہوریت دونوں حوالوں سے آغاز کے چار (4) سال کوئی ایسے بُرے نہیں تھے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ 1951ء تک مثبت پیش رفت ہوئی تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ اس قلیل عرصہ میں قومی اسمبلی جو آئین ساز اسمبلی بھی تھی، اُس نے قرارداد مقاصد منظور کی جو ایک بڑی پیش رفت تھی اور اکتیس (31) علماء نے بائیس (22) نکاتی دستاویز پر دستخط کر کے اُن عناصر کو دندان شکن جواب بھی دے دیا جو اس طرح کا بے ہنگم شور مچا رہے تھے کہ پاکستان میں کس کے مسلک کا اسلام نافذ ہوگا۔ پھر یہ کہ جمہوری طرزِ حکومت کے حوالے سے لیاقت علی خان ایک مستحکم حکومت قائم کرنے میں کامیاب دکھائی دے رہے تھے۔ ایک ایسی نوزائیدہ ریاست جسے تقسیم کے بعد اپنے جائز اثاثے بھی عیار ہندو سے وصول نہیں ہوئے تھے، اچھے متوازن بجٹ بھی منظور کرانے میں کامیاب ہو رہی تھی۔ غیر ملکی قرضے نہیں تھے۔ اپنے وسائل سے معاملات چل رہے تھے۔ لیکن پھر نجانے کس بدبخت کی نظر اس ملک کی آسودگی کو نگل گئی۔

اکتوبر 1951ء میں لیاقت علی خان شہید کر دیئے گئے۔ تب اسلام اور جمہوریت دونوں کو ریورس گیئر لگ گیا۔ نظریاتی سطح پر آہنی پردے حائل کر کے حقیقی اسلام کے نفاذ کا راستہ یوں روک دیا گیا کہ پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست بننے کی بجائے محض مسلمانوں کا ملک بن جائے، جس میں اسلام بحیثیت نظام نہیں ہوگا بلکہ ایک اسلامی ٹچ دے کر عام مسلمان کو مطمئن کر دیا جائے۔ گویا سیکولرازم پر اسلام کے کچھ چھینٹے ڈال دیئے گئے یعنی دوسرے عام ممالک کی طرح مملکت خداداد پاکستان میں بھی مذہب کا ریاستی معاملات میں دخل بند کر دیا گیا۔ انفرادی سطح پر نماز پڑھو، روزے رکھو، زکوٰۃ بھی چاہو تو دے دو، لیکن اجتماعی سطح پر اور law of the land کے حوالے سے زبان بند رکھنا ہوگی۔ 1951ء سے 1958ء تک جمہوری طرزِ حکومت کو گھسیٹتے رہے اور دھکیل دھکیل کر چلاتے رہے۔ لیکن 1958ء میں اس کی کمر پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ بیچاری آج تک کُبڑی چل رہی ہے۔ اور اب صورتِ حال یہ ہے کہ اسلام جسے ہمارے نزدیک پاکستان کی روح کا درجہ حاصل ہے اور جمہوریت جو پاکستان کا جسد ہے، دونوں انتہائی کمزور، لاغر اور ضعیف ہو چکے ہیں۔ فضا میں گدھ بے تابی سے منڈلا رہے ہیں اور نوچنے کے لیے مناسب وقت کے انتظار میں ہیں۔ آیئے مریض کی نبض چیک کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ مرض کتنا سوہانِ روح بن چکا ہے اور جسد میں کس درجہ سرایت کر چکا ہے۔

اسلام کو ہم نے کتابوں میں بند کر رکھا ہے۔ آئین میں بڑے خوبصورت انداز میں اس کا ذکر ہے۔ اس اسلام کو چوما اور چاٹا تو جا سکتا ہے لیکن اس کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ اب تو کوئی اسلامی جماعت بھی اپنے

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

18 تا 24 شوال 1444ھ — جلد 32
9 تا 15 مئی 2023ء — شمارہ 18

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

منشور میں دھڑلے سے یہ کہنے کو تیار نہیں کہ اسلام کو اجتماعی سطح پر بلاشرکت غیرے نافذ کیا جائے۔ انتخابات میں اسلام اب موضوع بحث ہی نہیں ہے۔ رہی بات جمہوریت کی تو اُس سے ہمارا تعلق صرف اتنا ہے کہ ہم اسے اقتدار کے لیے بطور سیڑھی استعمال کرتے ہیں۔

جمہوری طرز حکومت میں ریاست کے تین ستون ہوتے ہیں۔ (1) اسمبلی بطور قانون ساز ادارہ جس کے ارکان عوام منتخب کرتے ہیں۔ (2) انتظامیہ جو اسمبلی کے بنائے ہوئے قوانین کی بنیاد پر اپنی اتھارٹی قائم کرتی ہے جس میں اوّلین فریضہ عوام کی خدمت اور اُن کی بنیادی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔ تمام Law Enforcing Agencies اور عسکری ادارے اُس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ (3) عدلیہ بھی ریاست کا ایک ستون ہے جو آئین اور قانون کی تشریح کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر قانون ساز اسمبلی آئین سے ماورا یا اُس کی منشا کے خلاف کسی ذاتی مفاد میں کوئی قانون بناتی ہے تو عدلیہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اُس قانون کو ختم کر دے اور اُس کے نفاذ کی اجازت نہ دے یا انتظامیہ کسی شہری یا ادارے کے خلاف ایسی کارروائی کرتی ہے جس کی آئین اور قانون اجازت نہ دیتا ہو تو عدلیہ اُس شہری یا ادارے کی مدد کو پہنچتی ہے اور انتظامیہ کو ایسا کرنے سے روکنے کا اختیار رکھتی ہے۔ جمہوری دنیا اس بات پر متفق ہے کہ جمہوریت کے ان تین ستونوں کو اپنے اپنے دائرے میں رہ کر کام کرنا ہوگا۔ کوئی ادارہ سپریم نہیں ہے بلکہ آئین سپریم ہے اور آخری فیصلہ عدالت عالیہ کرے گی کہ کس کی domain کیا ہے اور یہ فیصلہ حتمی ہوگا۔ اس کے خلاف نظر ثانی کی اپیل تو کی جا سکتی ہے لیکن اس کا انکار نہیں کیا جا سکے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تمام ادارے اور سیاسی جماعتیں باہم سر پھٹول میں مصروف ہیں۔ سب اقتدار اور قوت کے حصول کے لیے اندھے ہو چکے ہیں۔ کوئی اپنی ذات سے اوپر اٹھ کر کچھ دیکھنے سننے اور کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کوئی سیاست دان فوج میں میر جعفر اور میر صادق کی موجودگی بتا رہا ہے۔ کوئی جرنیل کسی انتہائی مقبول عوامی سیاست دان پر کاٹا لگا رہا ہے کہ اسے کسی صورت اقتدار میں آنے نہیں دیا جائے گا چاہے عوام کی بھاری اکثریت اُس کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ کوئی سیاست دان اپنے خلاف فیصلہ ہونے پر عوامی جلسوں میں اعلیٰ عدالت کے ججوں پر کھلم کھلا کیچڑ اچھال رہا ہے۔ کوئی جج از خود نوٹس لے کر آدھی رات کو وقت کے وزیر اعظم کو فارغ کر رہا ہے اور کوئی جج اقامہ کا بہانہ بنا کر وزیر اعظم کو نااہل قرار دے رہا ہے۔ کوئی سیاست دان G.H.Q کے گیٹ نمبر 4 پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ اسمبلی میں اعلیٰ ترین عدالت کے ججوں سے حد درجہ بدتمیزی ہو رہی ہے۔ اسٹیبلشمنٹ شہریوں کو غیر قانونی طور پر اٹھا لینا اور مہینوں عدالت میں پیش نہ کرنا اپنا حق سمجھتی ہے۔ وہ غداری کے سرٹیفکیٹ بھی فراخ دلی سے ٹانک دیتے ہیں اور یہ بات تو شاید دنیا میں صرف پاکستان میں ہو رہی ہے کہ حکومت صاف اعلان کر رہی ہے کہ وہ سپریم کورٹ کے حکم کو تسلیم نہیں کرے گی۔ اتنا ہنگامہ برپا ہے، اس قدر اُدھم مچا ہوا ہے اور طوفان ہی نہیں اٹھا ہوا بلکہ ایک سونامی ہے جو ملکی سلامتی کی دیواروں سے اس بُری طرح ٹکرا رہا ہے کہ ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ خیر کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری حالت اس شعر کے مصداق ہے ؎

برباد گلستاں کرنے کو بس ایک ہی اُلو کافی تھا
ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا

اس سیاسی بھونچال نے اتنی معاشی بدحالی کر دی ہے کہ غریب ہی نہیں متوسط طبقہ بھی بُری طرح پس گیا ہے اور مایوسی کی طرف جا رہا ہے تعلیم اور صحت کی اب ثانوی حیثیت ہو گئی ہے اس لیے کہ دو وقت کی روٹی نہیں مل رہی بھوک اور افلاس نے ڈیرے ڈال لیے ہیں۔ اس محدود جگہ میں ہم مکمل معاشی صورتِ حال کا نقشہ تو نہیں پیش کر سکتے صرف ٹیکسٹائل کے ایک شعبہ کی زبوں حالی کا ذکر کیے دیتے ہیں۔ گزشتہ ماہ سالانہ بنیادوں پر ٹیکسٹائل برآمدات میں 29% اور ماہانہ بنیادوں پر 1.6% کمی ریکارڈ کی گئی اور ٹیکسٹائل برآمدات میں کوششیں تا حال کارگر ثابت نہیں ہو سکیں۔ رواں مالی سال کے پہلے دس (10) ماہ جولائی تا اپریل کے دوران برآمدات میں 14.20% کمی ہوئی۔ ماہ اپریل میں ٹیکسٹائل برآمدات ایک ارب 24 کروڑ ڈالر رہیں اور پورے سال میں جولائی تا اپریل 13 ارب 24 کروڑ ڈالر رہیں۔ جبکہ گزشتہ سال جولائی تا اپریل 15 ارب 97 کروڑ ڈالر رہی۔ گویا دن بدن ہم کنگال ہو رہے ہیں۔ آخر میں ہم حکومت کو یہ نکتہ سمجھانے کی کوشش کریں گے کہ آج آپ ایک غیر مقبول حکومت ہونے کے باوجود سپریم کورٹ کی حکم عدولی کرنا چاہتے ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ بھی آپ کی پشت پر اُتنے زوردار انداز میں نہیں ہے جیسے ایک سال پہلے تھی کل کلاں اگر کوئی مقبول حکومت سپریم کورٹ کی حکم عدولی یہ کہہ کر کرے گی کہ ماضی میں ایسا ہو چکا ہے تو اُسے روکنا بڑا مشکل ہو جائے گا اور اُس گناہ کا بھار بھی آپ پر ہی پڑے گا۔ خدارا یہ ریت نہ ڈالیں۔ آج حکومت غیر مقبول ہے اور شکست کا امکان ہے کل معاملہ برعکس ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ملک کو کسی بڑے حادثہ سے دوچار ہونے سے بچائیں۔ ملک کو بنانا ریپلک یا پولیس سٹیٹ بننے سے بچائیں وگرنہ تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی۔

❁❁❁

قرآن مجید سے تعلق: چند عملی تجربات

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 28 اپریل 2023ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراھیم

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

ماہ رمضان مہمان کی طرح آیا اور رخصت ہو گیا مگر اس مہمان کا خوبصورت اور عظیم ترین تحفہ قرآن مجید کی صورت میں ہمارے پاس ہے۔ یہ تذکرہ رمضان میں عام ہوتا ہے کہ قرآن رمضان کی مبارک شب (شب قدر) میں آسمان دنیا پر نازل ہوا تھا اور اسی قرآن کی بدولت اس شب اور اس ماہ کو فضیلت حاصل ہوئی۔ رمضان میں تلاوت قرآن بھی ہوتی ہے اور تراویح میں سنا بھی جاتا ہے لیکن رمضان کے بعد قرآن مجید کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہونا چاہیے؟ آج یہی توجہ دلانا مقصود ہے کہ قرآن مجید کو پڑھنے، سیکھنے، سکھانے، سمجھنے اور پھر اس پر عمل کرنے کے حوالے سے انفرادی سطح سے لے کر ریاستی سطح تک کرنے کے کام کیا ہیں۔ چار پانچ سال پہلے بھی اسی موضوع پر میں نے خطاب کیا تھا جس میں آٹھ نکات بیان کیے تھے۔ آج انہی کا خلاصہ بیان کرنا مقصود ہے لیکن اس سے پہلے فہم قرآن کے مختلف درجات کو بھی سمجھنا ضروری ہے کیونکہ فہم قرآن کے درجات اگر ہم سمجھ جائیں تو کنفیوژن سے بچ جائیں گے۔

فہم قرآن کے دو پہلو

قرآن حکیم کی مشہور آیت ہے جو سورۃ القمر میں چار مرتبہ دہرائی گئی ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۱۷﴾ ''اور ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے نصیحت اخذ کرنے کے لیے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا!''

یہاں قرآن نے لفظ ذکر استعمال کیا جس کا مفہوم نصیحت، یاد دہانی اور قرآن کا بنیادی پیغام ہے۔ یعنی نصیحت اور یاد دہانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آسان کر دیا۔ لیکن سورۃ ص میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۲۹﴾ ''(اے نبی ﷺ!) یہ کتاب جو ہم نے آپؐ پر نازل کی ہے بہت بابرکت ہے تاکہ وہ اس کی آیات پر تدبر کریں اور ہوش مند لوگ اس سے سبق حاصل کریں۔''

یہاں تدبر کا لفظ استعمال ہوا جس کے معنی ہیں غور وفکر کرنا۔ اس تعلق سے فہم قرآن کے دو درجے یا دو پہلو ہیں۔ تذکر کا پہلو نسبتاً آسان ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا سادہ پیغام، بنیادی ہدایت اور نصیحت ہمارے سامنے آجائے کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے، ہمیں پیدا کرنے والا کون ہے، وہ ہم سے کیا چاہتا ہے، کن باتوں سے راضی ہوگا، کن باتوں سے ناراض ہوگا۔ قرآن کے اس میسج کو ایک عام آدمی اور غیر مسلم بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور نصیحت پا کر اسلام قبول کر سکتا ہے۔ فہم قرآن کا دوسرا پہلو یعنی تدبر نسبتاً مشکل، گہرا اور تفصیل طلب ہے۔ اس میں ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ پر گہرائی میں جا کر غور وفکر کرنا، عربی اسلوب کے اعتبار سے کلام کرنا، فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے کلام کرنا، پھر دور جدید کے مسائل کے لیے قرآن حکیم سے راہنمائی لینا، فقہی مسائل کی تفصیلات معلوم کرنا، نئے مسائل سامنے آجائیں گے تو ان کا حل تلاش کرنا وغیرہ شامل ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے گا، جو اپنی زندگیاں حق کی کھوج میں لگائیں گے انہیں اس تدبر کے کچھ نہ کچھ موتی مل جائیں گے مگر یہ سپیشلائزیشن کا پہلو ہے۔

دو انتہائی رویے:

مفسرین نے متفقہ رائے قائم کی ہے کہ فہم قرآن کے ان دونوں پہلوؤں کو الگ الگ رکھنا چاہیے۔ اگر اس فرق کو مدنظر نہیں رکھا جائے گا تو پھر لوگ صرف ترجمہ پڑھ کر ہی خود کو عالم، مفسر، علامہ، مفتی اور مجتہد سمجھنا شروع ہو جائیں گے۔ یہ انتہا بھی درست نہیں ہے۔ دوسری طرف یہ کہنا کہ قرآن کا ترجمہ نہیں پڑھنا چاہیے گمراہ ہو جاؤ گے' یہ انتہا بھی غلط ہے۔ یہ علماء نے سینکڑوں تراجم لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے کیے ہیں؟ ایک غیر مسلم ہے، اسے عربی نہیں آتی، اس نے انگریزی، جرمن یا کسی دوسری زبان میں قرآن کا ترجمہ پڑھا، اس کو کچھ سمجھ آیا اور وہ اسلام قبول کر لے تو کیا ہم اس کے قبول اسلام کا انکار کریں گے کہ تم نے ترجمہ پڑھ کے اسلام قبول کیا ہے؟ یہ بڑی عجیب بات ہے اور یہ دوسری انتہا ہے۔ اعتدال یہ ہے کہ بندہ نصیحت اور رہنمائی کے لیے قرآن پڑھے اور اس پر غور وفکر کرے اور جو نصیحت اور رہنمائی حاصل ہو اس پر ایمان بھی لائے اور عمل بھی کرے۔ اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کتنی سطحیں ہیں اور ان سطحوں پر کس طرح قرآن کی پیروی کی جا سکتی ہے۔

1۔پہلی سطح: فرد کی سطح پر:

سب سے پہلے انفرادی سطح پر قرآنی تعلیمات کے نفاذ کا تقاضا ہے۔ہم غور کریں کہ اپنے اوقات میں قرآن کو کیسے شامل کر سکتے ہیں، کیسے اس سے نصیحت اور رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں اور دنیا وآخرت کی بھلائی پا سکتے ہیں۔ ایسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ غیر مسلموں نے قرآن میں تذکر اور تدبر کے ذریعے ہدایت کی راہ پائی۔ان میں سے کوئی ادب کی دنیا کا بڑا کردار تھا، کوئی میڈیکل کے شعبے میں تھا، کوئی بزنس مین تھا، کوئی سائنسدان تھا لیکن اس کی زندگی کا کوئی واقعہ، کوئی تجربہ ایسا ہوا جس پر اس نے غور وفکر کیا اور قرآن سے رہنمائی اور ہدایت لی تو وہ اسلام میں داخل ہو گیا۔کبھی قرآن کی ایک آیت، کبھی دو آیات اور کبھی ایک سورت نے کسی کی زندگی بدل دی۔علامہ محمد اسد تاریخ پاکستان کی معروف شخصیت ہیں۔وہ پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے اور مشہور کتاب The Road to Mecca تصنیف کی۔انہیں سورۃ التکاثر کی پہلی دو آیتوں نے اسلام کی طرف راغب کیا۔وہ ٹرین کی فرسٹ کلاس بوگی میں سفر کر رہے تھے۔گھر آ کر بیگم سے کہا کہ فرسٹ کلاس میں سارے مالدار لوگ سفر کر رہے تھے، لباس بھی عمدہ تھے مگر سارے اداس تھے۔اتنا مال ہونے کے باوجود وہ مطمئن نہیں ہیں۔اس پر وہ غور وفکر کر رہے تھے کہ ان کی نظر قرآن پر پڑی، جب کھولا تو سامنے سورۃ التکاثر آ گئی۔شروع کی دو آیات نے ہی ان کو متاثر کر دیا:

﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢﴾

''تمہیں غافل کیے رکھا ہے بہتات کی طلب نے!یہاں تک کہ تم قبروں کو پہنچ جاتے ہو۔''

انہیں یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اس طرح ان کی زندگی بدل گئی۔

ڈاکٹر حمید اللہ ؒ بڑی شخصیت تھے۔اللہ ان کے درجات بلند کرے۔اللہ نے بعد میں ان سے بہت کام لیا اور کئی زبانوں میں لیا۔ایک فرانسیسی ماہر میوزیشن ان کے پاس آیا اور کہا میرا میوزک کا تجربہ ہے اور میں قرآن کے صوتی آہنگ پر ریسرچ کر رہا ہوں لیکن ایک سورۃ(النصر) کی صوتی ترتیب میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ ڈاکٹر حمید اللہ ؒ نے اس کو ایسا جواب دیا کہ وہ اچھل پڑا اور جھومنے لگا۔اس کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کا کہنا تھا کہ مجھ سے زیادہ قرآن کے صوتی آہنگ کو کوئی appriciate نہیں کر سکتا۔یعنی وہ شخص ماہر میوزیشن تھا اور اس کو قرآن کے صوتی آہنگ نے ہی اتنا متاثر کر دیا کہ وہ اس کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان لے آیا۔ایک غیر عرب شخص نے عربی میں پی ایچ ڈی کر لی۔ اس کے عرب طلبہ نے اس سے ایک سوال کیا کہ سر!آپ نے بہت عربی پڑھی ہے، ایسے الفاظ بتائیں جو جہنم کی وسعت کی صحیح ترجمانی کر سکیں۔اس نے بہت سارے الفاظ لکھ دیے۔لیکن جہنم کی وسعت کے تصور کا احاطہ نہ ہو سکا۔کہا گیا سورۃ قٓ کی یہ آیت پڑھیے:

﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝٣٠﴾ ''جس دن ہم پوچھیں گے جہنم سے کہ کیا تو بھر گئی؟اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟''

وہ دھنگ رہ گیا اور ایمان لے آیا۔کیونکہ ماہر لسانیات کی حیثیت سے وہ سمجھ گیا کہ یہ کسی انسان کا کلام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ایسی ہزاروں مثالیں دنیا میں موجود ہیں۔ہم تو پیدائشی مسلمان ہیں۔قرآن کے دس دس نسخے ہمارے گھروں میں ہیں کیا یہ قرآن ہماری زندگیوں میں انقلاب نہیں برپا کر دے گا؟اپنے معاشرے میں بھی نظر دوڑائیں تو کتنے ایسے بے عمل مسلمان تھے جن کی زندگیوں میں قرآن کی بدولت انقلاب آ گیا۔ قرآن پر ایمان تو ہم سب مسلمانوں کا ہے مگر اصل چیز اس کو پڑھنا، سمجھنا، نصیحت حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

پریس ریلیز 5مئی 2023ء

سیکورٹی فورس پر دہشت گرد حملوں میں اضافہ انتہائی تشویش ناک ہے

شجاع الدین شیخ

سیکورٹی فورس پر دہشت گرد حملوں میں اضافہ انتہائی تشویش ناک ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران شمالی وزیرستان میں سیکورٹی فورسز پر دہشت گرد حملہ میں 6 فوجی جوانوں کی شہادت کی مذمت کرتے ہوئے کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک طویل عرصہ تک امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بنے رہنے کی وجہ سے پاکستان کو تقریباً دو دہائیوں تک بدترین دہشت گردی کا سامنا رہا اور بڑی تگ ودو اور قربانیوں کے بعد دہشت گردی کے عفریت پر کافی حد تک قابو پایا لیا گیا تھا۔ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ خیبر پختونخوا کے مخصوص علاقوں میں ایک مرتبہ پھر دہشت گرد سرگرم ہو چکے ہیں جس سے سیکورٹی فورسز کے اہلکاروں پر دہشت گرد حملے بڑھتے جا رہے ہیں اور پاک فوج کے درجنوں سپاہی شہید ہو چکے ہیں۔سوال یہ ہے کہ اس فتنہ نے دوبارہ کیوں سر اُٹھا لیا ہے۔اُنہوں نے کہا کہ عوام الناس اور سیکورٹی اہلکاروں کو نشانہ بنانے والے درحقیقت صرف پاکستان ہی نہیں، انسانیت کے بھی دشمن ہیں۔دہشت گردی کی اس نئی انتہائی خطرناک لہر میں ملوث مجرم اور اُن کے بیرونی سہولت کار اور پشتی بان درحقیقت پاکستان کے امن وامان کو تاراج کرنے کے منصوبہ پر عمل کر رہے ہیں۔اُنہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت پاکستان فوری طور پر دہشت گردی کی اس وحشیانہ واردات میں ملوث تمام اندرونی و بیرونی سہولت کاروں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے۔ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ماضی میں بھی امریکہ اور بھارت کی پشت پناہی سے دہشت گرد گروہ پاکستان کو نقصان پہنچاتے رہے ہیں۔آخر میں اُنہوں نے شہداء کی مغفرت اور زخمیوں کی جلد صحت یابی کے لیے دعا کی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

2۔دوسری سطح: گھر اور خاندان میں:

ہم سب چاہتے ہیں کہ ہمارے گھرانے اچھے ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے گھرانے جنتی ہوں۔ ہمارے پاس اب موقع ہے۔مہلت تو کسی وقت بھی ختم ہو سکتی ہے۔ ہم لوگوں کے جنازے پڑھتے ہیں کل ہمارا جنازہ پڑھا جائے گا۔کل ہم کہاں ہوں گے۔ ہماری فیملی کدھر ہوگی۔خدارا!اس قرآن سے گھر والوں کو جوڑیئے۔ ایسے ایسے پیارے گھرانے ہیں جہاں رات کے کھانے پر دس پندرہ منٹ قرآن کا بیان ہوتا ہے۔چاہے وہ کوئی تفسیر پڑھ کر بیان ہو۔ ہمارے استاد ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا بیان القرآن بھی ہے۔ایسے گھرانے ہیں جہاں پہلے زندگی کا رخ کچھ اور ہی تھا۔گھر کے کسی ایک فرد کو سمجھ آگئی اس نے گھر والوں کو اس طرف متوجہ کیا۔بعض لوگ اتوار کی چھٹی کو ایک ڈیڑھ گھنٹے کا بیان لگالیتے ہیں، کھانا بھی ہوتا ہے اور پھر گفتگو بھی ہوجاتی ہے اور قرآن کو سننے، سمجھنے کا سلسلہ چل رہا ہوتا ہے۔گھر کے بعد خاندان کی سطح پر یہ کام ہورہا ہے۔ ایک بڑے خاندان کے دس ،پندرہ بیس گھرانے ہیں۔جب وہ اکٹھے ہوتے ہیں تو قرآن کی محفل سجتی ہے۔ یہ صرف پاکستان کے شہروں میں نہیں بلکہ سڈنی اور نیو یارک جیسے شہروں میں بھی ہورہا ہے۔انہیں آخرت کی فکر ہے۔کہیں ایک گھنٹہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا درس لگا کر سنا جاتا ہے۔بچوں کی ذمہ داری لگائی جاتی ہے کہ دو تین آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور پھر والدین ان کی تفسیر سنا دیتے ہیں۔اگر آخرت مطلوب ہے تو یہ ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔اللہ کو راضی کرنا ہے تو قرآن کو بائی پاس کرکے یہ ممکن نہیں ہے۔قرآن کے ذریعے ہی اللہ سے جڑ سکتے ہیں۔

3۔تیسری سطح: مساجد:

مساجد اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں۔بالخصوص جمعہ کے دن تو کروڑوں مسلمان بغیر کسی اشتہار یا اعلان کے آرہے ہیں۔جمعہ کے خطبہ کا مقصد ان لوگوں کو قرآن سے جوڑنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول احادیث میں بیان ہوا:

((کان یقراء القرآن و یذکر الناس))

’’آپ ﷺ قرآن پڑھتے اور قرآن کے ذریعے لوگوں کو تذکیر فرماتے تھے۔‘‘ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس سنت کو زندہ کیا اور اب تنظیم اسلامی کے مدرسین اور علماء خطبات جمعہ میں کہیں قرآن کا سلسلہ وار مطالعہ کرواتے ہیں اور کہیں منتخب مقامات کی تشریح بیان کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مساجد کو اس طرح استعمال میں لانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا بڑا رول مسجد نبوی میں ہوتا تھا۔ مسجد نبوی کو دیکھیں تو چوبیس گھنٹے کا استعمال تھا۔ہمارے ہاں قرآن اکیڈمیز کی مساجد میں جمعہ کے علاوہ بھی دروس قرآن ہوتے ہیں۔ ایسے دروس قرآن کا اہتمام ہو ، خواتین کے لیے باپردہ انتظام ہو۔

4۔چوتھی سطح: دینی اداروں میں:

بہت سارے دینی ادارے اور دینی اجتماعیتیں ہیں جنہوں نے بہت کام کیا ہے۔ الحمدللہ! مدارس اور دیگر اداروں کا بھی اس میں بہت کردار ہے۔ انجمن خدام القرآن بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اولاً لاہور میں 1972ء میں قائم کی۔پھر پاکستان کے کئی شہروں میں انجمن خدام القرآن اور ان کے تحت قرآن اکیڈمیز اور قرآن سنٹرز یا قرآن مراکز کا سلسلہ جاری ہے۔ جن میں کئی کورسز بھی کرائے جاتے ہیں۔ سب سے بڑا رجوع الی القرآن کورس ہے جو خود ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 1980ء کی دہائی میں شروع کیا،اب پاکستان کے کئی شہروں میں جاری ہے۔ لاہور میں یکم مئی سے شروع ہو چکا ہے۔اسی طرح کراچی میں چار مقامات پر اور حیدر آباد میں ایک مقام پر اور کچھ دوسرے شہروں میں یہ کورس ہوتا ہے۔تفصیلات ہماری ویب سائٹس پر موجود ہیں۔ہم اس کی آفر کرتے ہیں۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جو اپنی دنیوی تعلیم مکمل کر چکے ہیں،اب وہ آئیں اور دین کا اور قرآن کا بنیادی علم حاصل کرکے باعمل مسلمان بھی بننے کی کوشش کریں اور دین کی دعوت اور دین کی اقامت کی جدوجہد کا کام بھی کریں۔اب یہ کورسز آن لائن بھی ہوتے ہیں۔بڑی دلچسپ بات ہوئی کہ پچھلے سال UK سے کچھ لوگوں نے وہ کورس آن لائن مکمل کیا۔الحمدللہ !اسی طرح تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کے تحت شام کے اوقات میں بھی ہم کچھ کورسز آفر کرتے ہیں۔ہفتہ اتوار کو بھی بعض مرتبہ کچھ کورسز آفر کرتے ہیں۔ان سب کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن سے جوڑا جائے۔

5۔پانچویں سطح: عصری تعلیمی اداروں میں:

عصری تعلیمی اداروں میں سکولز، کالجز، یونیورسٹیز شامل ہیں۔انگریز کے بنائے ہوئے تعلیمی نظام میں قرآن سے جوڑنے کا تصور نہیں تھا لیکن اب الحمد للہ یہ سلسلہ کئی عصری تعلیمی اداروں میں چل رہا ہے۔الحمدللہ!بعض ایسے سکولوں کو میں جانتا ہوں جہاں اسمبلی کے وقت میں طے کیا گیا کہ 7، 8 منٹ قرآن پاک کے لیے مخصوص ہوں گے۔ان سکولوں نے طے کیا کہ ایک طالب علم نے آکر تین چار آیات کی تلاوت کرنی ہے،دوسرے طالب علم نے آکر ترجمہ کرنا ہے اور پھر ٹیچر نے آکر تشریح کرنی ہے۔انہوں نے اس طرح سترہ پارے دو سال میں مکمل کر لیے تھے۔ایسی کچھ مثالیں پاکستان کے دوسرے شہروں کی بھی ہیں جن کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔اسی طرح بعض سکولوں نے کوشش کی کہ صرف اسمبلی میں قرآن نہ پڑھایا جائے بلکہ قرآن ناظرہ اور ترجمہ کمپلسری مضمون کے طور پر پڑھایا جائے۔بعض سکول عربی گرائمر بھی پڑھا رہے ہیں۔ہم ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ تفصیلات درکار ہوں تو ہم آپ کو فراہم کر دیں گے۔ ان شاء اللہ!اسی طرح پرائیویٹ کالجز میں بھی یہ کام ہو رہا ہے۔ایک کالج میں اسلامیات کی پروفیسر نے یہ قدم اٹھایا کہ انٹرمیڈیٹ کے طلبہ اسمبلی میں تلاوت بھی کریں گے، ترجمہ بھی کریں گے اور ٹیچر ان کی تشریح کریں گے۔ اور پھر بچے بھی بیان کریں گے۔جب ایک سورت مکمل ہوتی تھی تو مجھے یا ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کو بلا کر اس کا پندرہ بیس منٹ کا ریویو کروالیتی تھیں۔الحمدللہ! یہ ممکن ہے۔اسی طرح بعض کالجز نے باقاعدہ دروس قرآن کا اہتمام کیا،لڑکیوں کے لیے کسی معلمہ کا انتظام کیا اور لڑکوں کے لیے الگ کسی معلم کا انتظام کیا۔ یہ سب ممکن ہے۔بس جب آخرت کی فکر ہوگی، اللہ کو راضی کرنے کی فکر ہوگی تو یہ سب کام ہوگا۔اگر ماں باپ سوچتے ہیں کہ ہماری اولاد صدقہ جاریہ بن جائے،ایک سکول کا مالک سوچے کہ پانچ سو بچہ روزانہ پندرہ منٹ قرآن پڑھے گا تو صدقہ جاریہ کا لیول کیا ہوگا۔اسی طرح کالجز کے انوسٹر اور آنرز ہیں جن کی کالج انتظامیہ مانتی ہے وہ سوچیں کہ اگر اللہ کو راضی کرنا ہے تو کتنا بڑا موقع ہے۔اگر ایک chain کے اندر دس ہزار بچہ پڑھ رہا ہے۔روزانہ قرآن کی تلاوت، ترجمہ اور تشریح کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے تو اس معاشرے کے ہزاروں بچے قرآن سیکھ لیں گے اور قرآن کا پیغام ان تک پہنچ جائے گا۔اس کا قوم کو کتنا فائدہ ہوگا۔اسی طرح یونیورسٹیز ہیں۔میں خود کئی یونیورسٹیز میں درس کے لیے جاتا رہا ہوں، انہوں نے باقاعدہ درس رکھوائے ہیں اور پھر قرآنی گرائمر کی کلاسز رکھوائیں۔بعض یونیورسٹیز نے باقاعدہ تنخواہ پر

مدرس رکھے ہوئے ہیں، بعض نے اپنے پورے دن کے سلاٹس میں ایک سلاٹ فکس کر دیا، دورومز فکس کر دیے۔ ان کے اندر جن بچوں نے قرآن پڑھنا ہوتا ہے وہ پڑھتے ہیں۔ یہ سب کام ممکن ہے۔ اگر ہم بھی تھوڑی محنت کریں اور سکولز، کالجز، یونیورسٹیز کی انتظامیہ کو ترغیب دلائیں تو مزید بہتری آسکتی ہے۔

6۔ چھٹی سطح: تجارتی ادارے:

کاروباری ادارے ہیں، کمپنیز اور فیکٹریز ہیں۔ ان میں بھی دروس قرآن ہوتے ہیں، میں خود درس دینے جاتا رہا ہوں۔ ایک ادارے کے مالک نے ایک عالم کی خدمات حاصل کیں کہ نماز ظہر کے بعد تین چار آیات کی تلاوت، ترجمہ اور تشریح کرنی ہے۔ مالک سمیت سارا سٹاف پندرہ منٹ قرآن سنتا ہے۔ ساڑھے تین سال میں قرآن کی تکمیل ہوئی، انہوں نے celebrate کیا۔ ایک دوسری ٹریڈنگ کمپنی ہے ان کے ہاں تین مرتبہ دس سال میں قرآن حکیم کی تکمیل ہوئی۔ ان کا سارا اسٹاف وہاں ہیڈ آفس آتا تھا، ان کو چائے پلاتے تھے، پیزا بھی کھلاتے تھے۔ آنر خود بھی بیٹھتا تھا۔ آنر اور سٹاف نے تجربہ بیان کیا کہ ہمارے اندر تبدیلی آئی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین! یہ سب ممکن ہے۔ اسی طرح ایسے لوگوں کو میں جانتا ہوں جن کو کمپنی نے ڈیوٹی کے دوران اجازت نہیں دی لیکن انہوں نے پونے نو سے لے کر 9:59 تک درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا، ڈھائی سال میں قرآن کی تکمیل ہوگئی۔ اسی طرح آڈٹ ٹرینیز تھے، ظاہر ہے آڈٹ فرم تو اجازت نہیں دے گی لیکن انہوں نے سوا آٹھ بجے سے 8:27 تک قرآن کے درس کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ ساری مثالیں آج کے دور میں موجود ہیں۔

7۔ ساتویں سطح: میڈیا پر

میڈیا میں فرنٹ لائن سیٹلائٹ چینلز بھی ہیں اور اب تو سوشل میڈیا ہے۔ اگرچہ بہت کچھ بگاڑ اور فساد بھی ہے، جتنا بچیں اتنا کم ہے لیکن اگر ہم دینی وقار کو سامنے رکھتے ہوئے استعمال میں لائیں تو فائدہ ہوگا۔ میڈیا والے بزنس کمیونٹی کے لوگوں کی پروڈکٹس بیچنے کے لیے، فلموں، ڈراموں کو پروموٹ کرنے کے لیے اشتہارات چلاتے ہیں، کیا عجب کہ اسی فیلڈ سے کوئی اللہ کا بندہ درس قرآن کا اشتہار بھی اپنے چینل پر چلا دے۔ میڈیا میں محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت کے پیروکار بھی ہیں، ان کی بھی ذمہ داری ہے، اُن سے بھی کل سوال ہوگا۔ اسی طرح سوشل میڈیا پر تنظیم اسلامی کے مختلف پلیٹ فارمز سے قرآن کے پیغام پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے، دیگر دینی حلقوں کے لوگ بھی یہ کوشش کر رہے ہیں۔ میڈیا کا مثبت استعمال کر کے دین کی خدمت کی جاسکتی ہے۔

8۔ آٹھویں سطح: ریاست کی سطح پر:

آئین کی پاسداری بالکل ہونی چاہیے۔ آئین کا تقاضا ہے کہ انتخابات وقت پر ہوں بہت اچھی بات ہے۔ مذاکرات بھی ہو رہے ہیں، ہونے چاہئیں لیکن یہ جو انتشار اور ہیجانی کیفیت ملک میں چل رہی ہے اور معاشی ابتری اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے جس نظریہ کی بنیاد پر ملک حاصل کیا تھا اس کو عملی شکل نہیں دی۔ ہم جس جمہوریت کی بات کرتے ہیں اور جو سیاسی سطح پر شعور انسانی کی معراج سمجھی جاتی ہے اس کی جڑ اور بنیاد ہمیں رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین ؓ کی تعلیم سے ملے گی۔ ہمارے دین نے مشاورت کی تعلیم عطا فرمائی، اس کو سامنے رکھیں گے تو ملکی سالمیت ہمیں میسر آسکے گی۔ اللہ تعالیٰ اس میں آسانی پیدا فرمائے۔

بہرحال آئین کے آرٹیکل 31 میں لکھا ہوا ہے کہ وقت کے حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کو کتاب وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کریں۔ پانچ ساڑھے پانچ کروڑ بچے سکولوں میں ہے، ڈیڑھ کروڑ سکولوں سے باہر ہے، لاکھوں یونیورسٹیز میں ہیں۔ یہ 60 فیصد یوتھ اگر قرآن سے گزر جائے تو کتنا اچھا کام ہوگا۔ ریاست کی سطح پر ایک متفق علیہ ترجمہ بھی موجود ہے جس پر تمام مکاتب فکر کے علماء کا اتفاق ہے۔ اللہ کرے کہ وہ پراسس آگے بڑھے اور واقعتاً وہ اپنی روح کے ساتھ آگے چلے۔ میں نے جمعہ کے خطبہ میں ذکر کیا تو ماشاء اللہ دو تین ساتھیوں نے رابطہ کیا کہ اور کہا ہم بات آگے چلائیں گے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

بہرحال ان آٹھ سطحوں سے قرآن کی بات چلنا شروع ہو جائے تو آپ سوچئے کہ یہ پیارا پاکستان اور کتنا پیارا ہو جائے گا۔ یہاں انفرادی اور اجتماعی سطح پر کئی مثبت تبدیلیاں آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک سے تعلق کی مضبوطی اور فہم قرآن کے حوالے سے آج سے آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

"جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی، عقب Admor)
(ایڈمور پٹرول پمپ نزد سر صاحب زادہ پبلک سکول، پرانا حاجی کیمپ، جی ٹی روڈ، پشاور" میں
21 تا 27 مئی 2023ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔
نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-
☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ
اور زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

26 تا 28 مئی 2023ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔
نوٹ: درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔
☆ اسلام کا انقلابی منشور (معاشی سطح پر) ☆ نجات کی راہ، سورۃ العصر کی روشنی میں
زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔ (موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں)

برائے رابطہ: 0334-8937739/091-2262902

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

قرآن اور سُنّت کا باہمی تعلق (3)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

یہ مضمون بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے انجمن کے سالانہ اجلاس منعقدہ 1984ء کے موقع پر صدارتی خطاب کا خلاصہ ہے۔ خصوصی اہمیت کے پیشِ نظر اس کو قارئین ندائے خلافت کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

فتنہ انکارِ سنّت کی بنیادیں

ہمارے ہاں انکارِ سنّت کا فتنہ بڑا قدیم ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ میں جب بھی کوئی فتنہ اٹھتا ہے اس کی زد رسالت اور سنّت پر پڑتی ہے۔ آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ مسیلمہ کذاب کا نعرہ یہ تھا: كَفَانَا هِدَايَةُ الْقُرْآنِ ''ہمیں صرف قرآن کی ہدایت ہی کافی ہے''۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق ہے' جس کا ذکر سورۃ النساء میں بایں الفاظ کیا گیا ہے: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ (آیت: 150) یعنی'' کچھ لوگوں کا وطیرہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کرنا چاہتے ہیں۔''

سورۃ النساء کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین پر جو چیزیں شاق گزرتی تھیں وہ تین تھیں: (1) رسول اللہ ﷺ کی اطاعت' جو شخصی اطاعت بن جاتی ہے۔ قرآن تو ایک ادارہ (institution) ہے' جس میں اپنے جیسے گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان کے سامنے سر جھکانا نہیں پڑتا جبکہ محمد ﷺ کا اللہ کا رسول ہونا ایک مخفی بات ہے' جو عالمِ غیب سے متعلق ایک شے ہے۔ آپؐ نظر تو سب کو یہی آتے تھے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ چنانچہ اپنے جیسے ایک انسان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا کہ جو آپؐ حکم دیں گے وہ مانوں گا' یہی ان کے لیے سب سے زیادہ شاق گزرنے والی بات تھی۔ (2) قتال فی سبیل اللہ' (3) ہجرت یہ تین چیزیں تھیں جن کا سورۃ النساء میں تفصیل سے ذکر ہوا ہے اور منافقین کے لیے سب سے کٹھن یہی مراحل تھے۔ بعد میں جب بھی فتنہ اٹھا' اسی بنیاد پر اُٹھا۔ خوارج کا بھی یہی نعرہ تھا: حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ ''ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے''، یعنی ہمیں صرف کتاب اللہ چاہیے اس کے سوا کچھ نہیں چاہیے' ہم تو صرف اسی کی پیروی کریں گے۔ یہ ہماری اُمّت کی تاریخ میں عظیم ترین فتنہ تھا۔ پھر اس کے بعد بھی ہماری تاریخ میں اسی بنیاد پر فتنے اٹھتے رہے ہیں۔

برعظیم پاک و ہند میں انکارِ سنّت کا جو فتنہ اٹھا دراصل اس کی جڑ میں مشرق اور مغرب کی دو تہذیبوں کا تصادم ہے۔ ایک ہماری اپنی پرانی تہذیب ہے' اس کی اپنی روایات ہیں' اس کے کچھ شعائر ہیں' اس کی کچھ باتیں ایسی ہیں جو متفق علیہ ہیں۔ جب انگریز ہمارے ہاں آیا' اس نے ہمیں فتح کیا اور ہم پر حکمران ہوا تو وہ ایک نئی تہذیب لے کر آیا۔ چنانچہ دو تہذیبوں کا تصادم شروع ہوا اور ہمارے ہاں ابتدا ہی میں دو رائیں بن گئیں۔ ایک رائے کے سب سے بڑے قائل اور اس کو پیش کرنے والے سرسید احمد خان تھے۔ انہوں نے مسلمانوں سے خلوص و اخلاص کی بنا پر ان کی بہتری کے لیے یہ رائے سامنے رکھی کہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم انگریزی پڑھیں' انگریزی علوم سیکھیں' انگریزی تہذیب اختیار کریں اور انگریزوں کے قریب ہو جائیں' بلکہ ان کے الفاظ یہاں تک نقل کیے گئے ہیں کہ ہمیں صرف چمڑی کی رنگت کے سوا (کیونکہ اس پر تو ہمارا قابو اور اختیار نہیں) ہر چیز میں انگریز ہو جانا چاہیے۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ یہ کہ ان کے سامنے قومی مسابقت تھی کہ ہندو تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اور اگر ہندو نے آگے بڑھ کر انگریز کے ساتھ اپنا معاملہ کر لیا تو مسلمان یہاں اچھوت بن کر رہ جائیں گے اور ان کا کوئی دنیاوی و سیاسی مستقبل نہ رہے گا۔ وہ چونکہ بنیادی طور پر قومی رہنما تھے اس لیے انہوں نے یہ تجزیہ پیش کیا۔ دوسری طرف علمائے کرام تھے جن کا اپنا ایک طرزِ عمل تھا اور وہ اس پر اڑ گئے کہ ہم قَالَ اللّٰهُ اور قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کے دامن سے وابستہ رہیں گے۔ ہم اپنے آپ کو اپنی روایات' اپنی تہذیب اور اپنے تمدن کے ساتھ باندھے رکھیں گے۔ دنیا بگڑتی ہے تو بگڑے' ہم کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں۔ انہیں ڈر تھا کہ مسلمان اس نئی تہذیب میں بہہ نہ جائیں۔ یہاں سے وہ تصادم شروع ہوا۔

ایک غالب تہذیب تھی جو حکمرانوں کی تھی۔ حکمرانوں سے مرعوبیت ویسے ہی ہوتی ہے' لہٰذا لوگ اس نئی تہذیب کی طرف لپکے۔ پھر کچھ لوگوں نے دیکھا کہ اس سارے معاملے میں جو رکاوٹ بنتی ہے وہ ہے سُنّتِ رسولؐ اور حدیثِ رسولؐ۔ ان کا خیال تھا کہ قرآن مجید کی تو ہم کچھ نہ کچھ تاویل کر لیں گے' اس کے کچھ نہ کچھ معنی نئے سے نئے نکال لیں گے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا گیا کہ: ﴿اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ﴾ (الشعراء: 63) ''مارو اپنا عصا سمندر پر''۔ اب ''ضرب'' کے مختلف معنی ہیں۔ اس کا معنی زمین میں چلنا پھرنا بھی ہوتا ہے اور مارنا بھی۔ اس معجزہ کے بارے میں جدید سائنسی عقلیت پسندی کے دور میں ہم لوگوں سے یہ کیسے کہیں کہ ہم یہ مانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سمندر پر پڑا اور وہ پھٹ گیا؟ لہٰذا اس کی کوئی تاویل کی جائے' کوئی ایسا ترجمہ کیا جائے جو سائنس کے لیے قابلِ قبول ہو۔ اسی طرح جنات کے بارے میں ہم یہ کیسے کہہ دیں کہ ان کا بھی کوئی وجود ہے' وہ غیر مرئی (invisible) ہیں اور آگ سے بنے ہیں؟ ان کے نزدیک یہ بڑی مشکل بات تھی کہ وہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے سامنے یہ باتیں کہیں۔ لہٰذا ان کی ایسی تاویلات کی گئیں جو جدید مغرب زدہ اذہان کے لیے قابلِ قبول ہوں۔ حدیث کا معاملہ یہ تھا کہ اس سے ہماری تہذیبی روایات بنی تھیں اور اسی نے ہمیں زندگی کا نقشہ دیا تھا' لیکن اُس وقت یہ کہہ دیا گیا کہ اس کی زیادہ ضرورت نہیں' ہمیں تو صرف قرآن ہی کافی ہے۔

یہ فکر ہمارے ہاں رفتہ رفتہ پھیلتا چلا گیا۔ البتہ اُس وقت دو چیزیں ایسی تھیں جن کی بنا پر یہ فکر زیادہ نہیں پھیلا' صرف ہمارے ہاں ایک اونچا طبقہ تھا جس تک یہ محدود رہ گیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ابھی مغربی تہذیب و تمدن سے ہمارا براہِ راست رابطہ بہت کم تھا۔ لوگوں کی مغرب میں آمد و رفت بہت کم تھی۔ دوسرے یہ کہ وہاں سے جو آئے ہوئے تھے وہ ہمارے حکمران تھے' جو غاصب تھے اور ہم ان کے محکوم تھے' لہٰذا فطری طور پر عوام کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت موجود تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کم ہی لوگ تھے جنہوں نے اس تہذیب کو اپنایا جبکہ عوام کی اکثریت اپنی تہذیب اور روایات پر قائم رہی۔

تہذیبوں کا یہ تصادم سب سے پہلے شدید ترین صورت میں ترکی میں سامنے آیا' اس لیے کہ وہ دراصل مشرق اور مغرب کے مابین پُل کی حیثیت رکھتا ہے۔

چنانچہ خالدہ ادیب خانم کے زمانے سے جو مضامین لکھے گئے اور اتاترک نے جس طرح کا معاملہ کیا‘ یہ تہذیب مغرب کی بالادستی تھی۔ پھر بحیرۂ روم کے ساحل کے ساتھ واقع عرب ممالک شام‘ فلسطین‘ مصر اور مراکو اس کی زد میں آئے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ بحیرۂ روم ایک جھیل کی مانند ہے۔ اس کے ایک طرف یورپ اور دوسری طرف یہ سارے مسلم ممالک ہیں۔ ان کی مغرب میں آمد و رفت چونکہ بہت تھی لہٰذا مغربی تہذیب کا اثر ان پر سب سے پہلے اور بہت زیادہ ہوا۔ ہمارے ہاں تو سات سمندر کا فاصلہ شمار ہوتا تھا‘ شاذ ہی لوگ وہاں جاتے تھے۔ زیادہ تر تو پڑھنے ہی جاتے تھے‘ اور جو وہاں سے واپس آتا تو اس کے بارے میں مشہور ہو جاتا کہ ”کرستان“ ہو گیا ہے۔ عام لوگوں کا اتنا زیادہ رابطہ نہیں تھا۔ چونکہ یہ باہر کے لوگ تھے جو آ کر ہم پر حکمرانی کر رہے تھے‘ اس لیے ان کے ساتھ نفرت کا معاملہ بھی تھا۔

متذکرہ بالا دونوں عوامل (factors) تقسیم ہند کے قریب آ کر اور آزادی کے بعد ختم ہو گئے‘ لہٰذا بند کھل گیا۔ اب ایک طرف تو لوگوں کی مغرب میں آمد و رفت بے پناہ ہے۔ ہماری نوجوان نسل کا ایک بڑا حصہ جو وہاں جاتا ہے وہاں سے متاثر ہو کر آتا ہے۔ ان کے رنگ میں رنگ کر آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ انگریز کے جانے کے بعد اس کی جگہ اب وہ دیسی انگریز حکمران ہیں جو سرسید کے قول کے مطابق صرف چمڑی کے دیسی ہیں‘ باقی اپنی تہذیب‘ اپنی تربیت‘ اپنی شخصیت اور ذہنیت کے اعتبار سے بالکل یورپین ہیں۔ اب وہی ہماری ملٹری کے اعلیٰ عہدیداران ہیں‘ وہی ہماری سول بیوروکریسی کے سب سے اونچے ستون ہیں‘ لہٰذا یہاں مغربی تہذیب کی بالادستی کا معاملہ بہت تیزی کے ساتھ ہوا ہے۔ ہمارے ہاں اس وقت جو مسئلے کھڑے ہو گئے ہیں ان کی بنیاد میں وہی تہذیبوں کا ٹکراؤ ہے۔ دیت کا مسئلہ ہو‘ شہادت کا مسئلہ ہو یا ستر و حجاب کا مسئلہ ہو‘ ان کی بنیاد میں وہی نظریۂ مساوات مرد و زن ہے جو یورپ سے آیا ہے۔ یہ وہی دو تہذیبوں کا ٹکراؤ ہے جو آپ کو اب نظر آ رہا ہے۔ میں نے تو ایک خط بھی پڑھا تھا جو ”پاکستان ٹائمز“ میں شائع ہوا تھا‘ جس میں مکتوب نگار نے یہاں تک لکھ دیا کہ قرآن کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعتاً عورتوں کو ثانوی پوزیشن الاٹ کرتا ہے‘ لہٰذا ہمیں اجتہاد کا کوئی ایسا اصول اپنانا ہو گا جو قرآن سے بھی اوپر چلا جائے۔ آج اسلامی جمہوریہ پاکستان میں یہ بھی کہنے والے موجود ہیں۔ پھر ہمارے ایک بڑے عالم دین کا یہ بیان بھی اخبارات میں آ گیا کہ نصوص کے اندر بھی اجتہاد ہو سکتا ہے‘ حالانکہ وہ اہلِ حدیث مکتبِ فکر کے آدمی ہیں۔ یہ ساری چیزیں آپ گنتے جائیے۔ درحقیقت یہ وہی ”دو تہذیبی ٹکراؤ اور تصادم“ ہے۔ اس میں جو چیز بھی جہاں پر بھی رکاوٹ بنتی نظر آتی ہے‘ کہیں اس کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ فلاں چیز قرآن میں نہیں ہے‘ اور سنت کی اہمیت ثانوی نظر آئے گی۔ کہیں اس سے بھی آگے چل کر یہ کہا جائے گا کہ کوئی حدیث معیار پر پوری نہیں اتر رہی۔

❀❀❀

نوٹ: اس مضمون کی پہلی قسط اسی سال کے شمارہ نمبر 10 اور دوسری شمارہ نمبر 11 میں شائع کر چکے ہیں۔ اب اس کی تیسری قسط شمارہ 18 میں پیش خدمت ہے۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(20 تا 22 اپریل 2023ء)

جمعرات (20-اپریل) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (21-اپریل) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں رات گزاری، اور حاضرین سے دورہ ترجمہ قرآن کے انداز میں منتخب مقامات قرآنی کا بیان کیا۔

ہفتہ (22-اپریل) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں عیدالفطر کی نماز پڑھائی اور اجتماع عید سے خطاب کیا۔

نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

گوشۂ انسدادِ سود

لائحہ عمل

حکومت کے لیے لائحہ عمل:

(الف) فوری عملی اقدامات:

1۔ صوبائی اور وفاقی حکومتوں کے باہمی قرضوں نیز وفاقی حکومت کے اسٹیٹ بنک سے لیے گئے قرضوں پر سود فوری طور پر ختم کر دیا جائے اس لیے کہ اس سے آمدن اور اخراجات پر مجموعی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

2۔ نیم سرکاری اداروں اور کارپوریشنوں جیسے واپڈا، ریلوے، جیسے اداروں کو جو قرضے حکومت نے دیے ہیں انہیں فوری طور پر ایکویٹی میں تبدیل کر دیا جائے۔

3۔ حکومت کی بچت اسکیموں کے تحت حکومتی قرضوں پر مشتمل ہر نوع کے کھاتوں، بانڈز، سرٹیفکیٹس اور سکیورٹیز وغیرہ پر سود ادا کرنا فوراً بند کیا جائے۔ نیز ان قرضوں کے اصل زر (*Principal*) ادا کرنے کے لیے مناسب لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے۔

بحوالہ ”سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات“، از حافظ انجینئر نوید احمدؒ

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 377 دن گزر چکے!

1971ء میں بھی ہم نے عوام کے فیصلے کو قبول نہیں کیا تھا تو ملک دولخت ہو گیا تھا، اب کی بار ایک قدم مزید آگے بڑھ کر ہم انتخابات ہی نہیں ہونے دے رہے: ایوب بیگ مرزا

مسئلہ وہاں سے شروع ہوتا ہے جب نا اہل لوگ اعلیٰ عہدوں پر پہنچ جاتے ہیں، ہمارے تمام شعبوں اور اداروں میں اہلیت، عدل اور انصاف کی کمی ہے: رضاء الحق

میزبان: وسیم احمد

پاکستان بحرانوں کی زد میں کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: اس وقت پاکستان انتہائی غیر یقینی کی صورت حال سے دوچار ہے۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے کہ 14 مئی کو انتخابات ہونے چاہئیں جبکہ سیاسی جماعتیں کہہ رہی ہیں کہ ایک ہی تاریخ میں ایک ہی دفعہ انتخابات ہوں۔ کیا آپ کو 14 مئی کو انتخابات ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: آپ نے درست فرمایا کہ اب غیر یقینی کی صورتحال ہے اور یہ صورتحال گزشتہ ایک سال سے چل رہی ہے کیونکہ عوام نے رجیم چینج کا فیصلہ قبول نہیں کیا۔ اس واقعہ کے اگلے ہی دن عوام سڑکوں پر آ گئی تھی حالانکہ کسی نے کوئی تحریک شروع نہیں کی تھی اور نہ کسی نے کچھ اناؤنس کیا تھا۔ وہاں سے یہ صورتحال شروع ہوئی اور اب یہ معاملہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے اور ملکی سلامتی کے لیے خطرناک ہو چکا ہے۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم جمہوری ملک ہیں۔ جمہوریت کا تقاضا ہے کہ اگر ملک میں تنازع کھڑا ہو جائے تو اس کا حل یہ ہوتا ہے کہ انتخابات کے ذریعے عوام سے فوری رجوع کیا جائے اور عوام کا فیصلہ حاصل کیا جائے یا پھر معاملہ عدالت میں چلا جاتا ہے اور جو بھی کسی ملک کی اعلیٰ ترین عدالت ہوتی ہے اس کا فیصلہ سب کو قبول کرنا پڑتا ہے۔ یہاں المیہ یہ بن چکا ہے کہ نہ تو الیکشن کی طرف جا رہے ہیں اور نہ ہی سپریم کورٹ کے فیصلے کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔ یقیناً اس سے پہلے بھی ہم نے آئین کے ساتھ کبڈی کھیلی ہے لیکن جمہوری حکومتوں میں جونہی معاملہ سپریم کورٹ تک جاتا تھا تو معاملات درست ہو جاتے تھے۔ اب بھی اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم عوام کے پاس نہیں جاتے تو پھر دوسرا حل یہی ہے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ مانا جائے۔ یہ کہنا کہ ہم سپریم کورٹ کے فیصلے کو نہیں مانتے یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوا ہے۔ ہمیں یہ بھی احساس ہونا چاہیے کہ ہم انتہائی نازک موڑ سے گزر رہے ہیں۔ 1971ء میں بھی ہم نے عوام کے فیصلے کو قبول نہیں کیا تھا تو ملک دولخت ہو گیا۔ اس مرتبہ ہم ایک قدم آگے ہیں کہ ہم آئین کو بائی پاس کر کے الیکشن ہی نہیں ہونے دے رہے۔ آئین میں واضح لکھا ہے کہ وقت پورا ہونے سے پہلے اگر آپ نے اسمبلیاں توڑی ہیں تو آپ کو 90 دن کے اندر الیکشن کرانا پڑیں گے اور اگر وقت پورا ہونے پر اسمبلیاں ٹوٹ گئی ہیں تو ساٹھ روز میں الیکشن کرانے پڑیں گے۔ یہ آئین کا بالکل واضح اور صاف فیصلہ ہے۔ سپریم کورٹ نے آئین کے مطابق فیصلہ دے دیا اب اس فیصلے کو نہ ماننا آئین کے ساتھ کھلواڑ ہے اور یہ ملکی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے والی بات ہے۔

سوال: انتخابات کے انعقاد کے لیے اس وقت سیاسی جماعتوں کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں اور عمران خان بھی انتخابات کو 14 مئی سے آگے جون تک لے جانے پر تیار ہو گئے ہیں تو کیا اس طرح عمران خان بھی سپریم کورٹ کی حکم عدولی نہیں کر رہے؟

ایوب بیگ مرزا: ایک ہے انتخابات کو گھسیٹ کر آگے لے جانا اور ایک ہے یہ اعلان کر دینا کہ الیکشن فلاں وقت پر ہوں گے۔ ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔ آرٹیکل 254 ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ کہیں فلاں دن نہیں ہوگا، فلاں دن ہوگا۔ آرٹیکل 254 کہتا ہے کہ اگر الیکشن ناگزیر وجوہات کی وجہ سے آگے چلا گیا ہے (آگے لایا نہیں گیا) تو جو وقت گزر چکا ہے اس کو ایڈجسٹ کر لیا جائے گا۔ یہ آرٹیکل ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ کہیں کہ کیونکہ اب نہیں ہوا لہٰذا دو ماہ بعد ہوگا بلکہ وہ کہتا ہے کہ اگر اب نہیں ہوا تو فوراً ہونا چاہیے۔ اگر کوئی اور وجہ ہے تو وہ سپریم کورٹ کے سامنے لائی جائے۔ اگر سپریم کورٹ تسلیم کر لے تو ٹھیک ہے۔

سوال: سیاسی جماعتوں کی باہمی مشاورت سے جو تاریخ بھی طے پاتی ہے تو آپ کے خیال میں یہ معاملہ سپریم کورٹ میں جائے گا اور پھر سپریم کورٹ اناؤنس کرے گا کہ الیکشن کا انعقاد فلاں تاریخ کو ہو؟

ایوب بیگ مرزا: جی سپریم کورٹ نے ہی یہ آپشن دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سپریم کورٹ آئین اور اپنے فیصلے سے تھوڑا سا آگے بڑھ کر سیاستدانوں کو موقع دے رہا ہے کہ وہ آپس میں مل کر طے کر لیں کہ الیکشن ایک ہی دن کروانے ہیں یا الگ الگ کروانے ہیں لیکن اگر آپ کوئی فیصلہ نہیں کر پاتے تو پنجاب کے انتخابات 14 مئی کو ہی ہوں گے۔ الیکشن کمیشن کے پاس یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ الیکشن کو 14 مئی سے آگے لے جا سکے۔ البتہ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اتنے محدود وقت میں پرنٹنگ مکمل نہیں ہو سکتی لہٰذا مزید چند دن کا وقت دیا جائے۔ اس سے زیادہ الیکشن کمیشن انتخابات میں تاخیر نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر سپریم کورٹ نے خود کہا ہے کہ سیاستدان مل کر فیصلہ کر لیں کہ الیکشن ایک ساتھ کرانے ہیں، اگر ایک متفقہ دن کا تعین ہو جاتا ہے تو الیکشن کمیشن کی درخواست پر سپریم کورٹ اس میں چند دن کا اضافہ کر دے گا بشرطیکہ سپریم کورٹ ضروری سمجھے۔ لیکن اگر سیاستدان متفقہ فیصلہ نہیں کرتے تو پھر سپریم کورٹ مجبور ہے، اس نے آئین کا ڈنڈا چلانا ہی چلانا ہے۔

سوال: حامد میر نے مسئلہ کشمیر پر جنرل باجوہ کے حوالے

سے جو باتیں کی ہیں اس سے بہت سے سوالات کھڑے ہو گئے ہیں۔ آپ کی نظر میں اس میں کتنی سچائی ہے اور یہ بھی بتایئے کہ عمران خان کے دورِ حکومت میں کیا جنرل باجوہ مسئلہ کشمیر پر حکومت کے ساتھ ایک پیج پر نہیں تھے؟

رضاء الحق: حامد میر سے پہلے جاوید چودھری نے بھی اپنے ایک مضمون میں اس حوالے سے لکھا تھا جس کی کچھ باتوں کا حوالہ حامد میر نے بھی دیا ہے۔ اصل مسئلہ وہیں سے شروع ہوتا جب ہم نااہل لوگوں کو ذمہ دار بنا دیتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ﴾ (النساء:58) ”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو“

پھر اس کے بعد اسی آیت کے آگے یہ بھی حکم ہے کہ: عدل کے ساتھ احکام نافذ کرو اور عدل کے مطابق ہی فیصلے کرو۔ اسی طرح آپ نے سورہ احزاب کی آیت 70 اور 71 کا حوالہ دیا۔ اس میں بھی ایک اور پیرائے میں ایک حکم بڑا واضح طور پر مسلمانوں کو اور تمام دنیا کے انسانوں کے لیے ہے:

”اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور بات کیا کرو سیدھی۔ اللہ تمہارے سارے اعمال درست کردے گا اور تمہاری خطائیں بخش دے گا۔ اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت پر کاربند ہو گیا تو اُس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔“

اب ان دونوں چیزوں کو دیکھیں تو پاکستان کا اصل مسئلہ سمجھ میں آجاتا ہے۔ ہماری سول اسٹیبلشمنٹ ہو، ملٹری اسٹیبلشمنٹ ہو یا جوڈیشل اسٹیبلشمنٹ ہو، یہ سب اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہیں اور بعض اوقات حد سے بڑھ بھی جاتے ہیں۔ اسی طرح ہماری سیاست میں بھی اہلیت، عدل اور انصاف کی بجائے نااہلی، کرپشن، بددیانتی اور لوٹ کھسوٹ غالب ہے۔ اسی طرح ہمارے اداروں میں جو لوگ اعلیٰ عہدوں پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی اسی معاشرے سے اُٹھ کر آئے ہیں اور ان کے اندر وہ تمام برائیاں موجود ہیں جو معاشرے کا حصہ ہیں۔ اسی طرح ہمارے تمام شعبوں میں حق، عدل، انصاف، اہلیت کی کمی ہے۔ ہمارے ہاں کہا تو یہی جاتا ہے کہ چیف ایگزیکٹو وزیراعظم ہوتا ہے، آئین بھی یہی کہتا ہے لیکن عملاً ہمارے ہاں طاقت کا تمام تر سرچشمہ اور منبع آرمی چیف ہوتا ہے۔ کچھ باتیں آن دی ریکارڈ ہیں کہ امریکہ کے ساتھ ہم تعلقات کم کرتے رہے اور چین اور روس سے بڑھاتے رہے۔ اسی طرح بھارت اور اسرائیل کے حوالے سے ہمارا ایک اصولی مؤقف شروع سے تھا لیکن اب جو آف دی ریکارڈ خبریں آرہی ہیں کہ مودی سے ڈیل کر کے کشمیر کے مسئلہ کو پچیس سال تک فریز کرنے کا پلان تھا۔ یہ پاکستان کی آفیشل سٹیٹ پالیسی کے خلاف تھا۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مودی سے ڈیل کروا کر شاید نوبل پرائز حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔

سوال: یہ خبر تو سچ ثابت ہوئی ہے کہ مسئلہ کشمیر پر انہوں نے سیز فائر کروا دیا تھا۔ یہ خبر تو ان کے حق میں جارہی ہے؟

رضاء الحق: اس میں کوئی شک نہیں کہ سیز فائر کروایا۔ اس سے پہلے کشیدگی زیادہ تھی۔ خاص طور پر پلوامہ واقعہ کے بعد کشیدگی بڑھ گئی تھی جب بھارت نے مبینہ سٹرائیک کیا اور جواب میں پاکستان نے بھی بھارتی طیارے گرائے۔ اس وقت آرمی چیف قمر جاوید باجوہ صاحب تھے۔ پھر 5 اگست 2019ء کو بھارت نے ایک اور ظلم کیا کہ آرٹیکل 370 اور 35 اے کو ختم کر کے کشمیر کو بھارت میں ضم کر دیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک پاکستان کا آفیشل مؤقف یہی رہا ہے جب تک بھارت کشمیر کی آئینی حیثیت بحال نہیں کرتا پاکستان بھارت کے ساتھ تعلقات بحال نہیں کرے گا۔ پھر اسرائیل کے ساتھ مبینہ تعلقات کے حوالے سے بھی خبریں سامنے آئیں۔ کچھ صحافیوں نے کہا کہ میٹنگز ہوا کرتی تھیں۔ اس حوالے سے ہم واضح طور پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آئین کے مطابق وزیراعظم چیف ایگزیکٹو ہوتا ہے۔ اگر عمران خان کے دورِ حکومت میں یہ سب باتیں ہوئی ہیں تو اس کے ذمہ دار عمران خان بھی ہیں۔ ظاہر ہے ان کے علم میں ہوں گی۔ انہیں اس پر شٹ اپ کال دینی چاہیے تھی یا کم از کم عوام کو اعتماد میں لیتے۔ اگر یہ سب نہیں کر سکتے تھے، ظاہر ہے اقتدار کی وجہ سے مجبوریاں ہوتی ہیں تو پھر ایکسٹینشن والے معاملے میں جنرل باجوہ کا ساتھ نہ دیتے۔ میرے خیال میں اس کی ایک مکمل صاف، شفاف ٹرانسپیرنٹ ہائی لیول انویسٹی گیشن ضرور ہونی چاہیے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کا آئین ایسی ایک دستاویز بن چکی ہے جس پہ اپنی خواہشات کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔ چاہے جمہوری حکمران ہوں یا فوجی آمر وہ موم کی ناک کی طرح آئین کو اپنی طرف موڑ لیتے ہیں۔

سوال: امیر جماعت اسلامی سینیٹر سراج الحق صاحب جو باقی سیاسی جماعتوں پر سخت تنقید کرتے تھے اور موجودہ ملکی حالات کا ان کو ذمہ دار قرار دیتے تھے آج وہ انہی سیاسی جماعتوں میں مذاکرات کروا رہے ہیں۔ آپ کے خیال میں انہیں یہ ایجنڈا کس نے دیا؟

ایوب بیگ مرزا: پہلی بات میں یہ عرض کردوں کہ سراج الحق صاحب میرے نزدیک انتہائی نیک اور شریف انسان ہیں۔ وہ اسلام اور پاکستان سے مخلص ہیں اس لیے وہ ملک کو بحرانی کیفیت سے نکالنے کے لیے یہ سب کر رہے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں انہیں اس معاملے میں نہیں پڑنا چاہیے تھا کیونکہ یہاں مقتدر قوتوں کی مرضی کے بغیر کوئی معاملہ سیٹل نہیں ہو سکتا۔ اگر سراج الحق صاحب یہ کوشش مقتدر قوتوں کے اشارے پر کر رہے ہیں تو میری نظر میں بری بات تو تب بھی نہیں لیکن پھر یہ کہا جاتا کہ سراج الحق صاحب استعمال ہو رہے ہیں۔ اب فریقین کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں لیکن سراج الحق صاحب کا کہیں نام نہیں ہے۔

سوال: سراج الحق صاحب کی سادگی جیسے آپ نے فرمایا وہ بالکل واضح ہو رہی ہے کہ ایک طرف آپ ان تینوں جماعتوں کو تمام خرابیوں کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں اور پھر آپ ان کے درمیان صلح بھی کروانا چاہ رہے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: وہ ان پر تنقید کرتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں کہتے کہ ان پارٹیوں کو ختم کر دیا جائے۔ وہ ایک پاکستانی کی حیثیت سے نیک خواہش رکھتے ہیں۔ البتہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں وہی کچھ ہوتا ہے جو مقتدر قوتیں چاہتی ہیں۔ جس پارٹی پر ان قوتوں کا دستِ شفقت ہوتا ہے وہ بڑی بھی ہو جاتی ہے اور اچھی بھی ہو جاتی ہے۔ پھر وہ ہر وقت اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ اے پی سی بلائی جائے۔ حالانکہ درجنوں اے پی سی میں نے اپنی زندگی میں دیکھی ہیں کسی کا کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکلا۔ بہرحال ہم ان کی سادگی اور اخلاص پر ان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ان باتوں میں نہ پڑیں تو بہتر ہے۔

سوال: پاکستان کی ماضی کی تاریخ اور حال کے واقعات سے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کا آئین ایسی ایک دستاویز بن چکی ہے جس پہ اپنی خواہشات کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔ چاہے جمہوری حکمران ہوں یا فوجی آمر وہ

موم کی ناک کی طرح آئین کو اپنی طرف موڑ لیتے ہیں۔ آپ کے خیال میں آئین کے ساتھ کھلواڑ کے کیا نتائج نکل سکتے ہیں؟

رضاء الحق: آپ نے بالکل درست فرمایا۔ خاص طور پر فوجی مارشل لاء کے دور میں تو آئین نام کی کوئی چیز نہیں رہتی، اس کی جگہ کوئی اور چیز لے آئی جاتی ہے جس طرح ایل ایف او جیسی کاریگری ہم نے دیکھی۔ ایوب خان، یحییٰ خان اور ضیاء الحق نے تو باقاعدہ مارشل لاء کا نام استعمال کیا۔ پرویز مشرف نے بڑی چالاکی سے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی بجائے چیف ایگزیکٹو کا لیبل اختیار کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مارشل لاء کا نام Outdated ہو چکا ہے۔ پھر بعد میں انہوں نے emergency plus کے نام سے نئی چیزیں متعارف کروائیں۔ اصل میں ہمارے ہاں آئین کو وہ حیثیت حاصل نہیں ہو سکی جو ہونی چاہیے تھی۔ مثال کے طور پر اسلامی تشخص کے حوالے سے آئین کی جتنی دفعات ہیں ان کو تو سب سے زیادہ اہمیت دینے کی ضرورت ہے، ان کو اپلائی کرنے کی ضرورت ہے لیکن وہ بھی اپلائی نہیں ہوتیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں بنیادی انسانی حقوق کی جتنی شقیں ہیں ان پر بھی عمل نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ جب اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنا ہو۔ آرٹیکل 19 آزادی صحافت اور آزادی اظہار رائے کے بارے میں بات کرتا ہے، اس پر جتنا عمل ہوتا ہے ہمارے سامنے ہے۔ پھر آرٹیکل 10 ہر ایک کو عدالت میں اپنا موقف پیش کرنے کا حق دیتا ہے مگر یہاں اٹھا کے غائب کر دیا جاتا ہے اور پھر لواحقین مسنگ پرسنز کا صرف انتظار ہی کرتے رہ جاتے ہیں۔ اور تو اور انتخابات کے حوالے سے آئین جو کہتا ہے اس پر کتنا عمل ہو رہا ہے وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ اصل معاملہ مافیاز کا ہے۔ یہاں شروع سے ہی ہر ادارے میں مافیاز کی اجارہ داری ہے۔ اگر یہی صورت حال رہی اور آئین پر عمل درآمد نہ ہوا تو عوام کا بھی آئین سے اعتماد اُٹھ جائے گا اور پھر ہر طرف فساد، انارکی اور انتشار پھیلے گا۔

سوال: مئی کے آغاز میں شنگھائی کارپوریشن آرگنائزیشن (SCO) کا اجلاس ہونے جا رہا ہے۔ اس میں پاکستان کے وزیر خارجہ بھی شرکت کریں گے۔ آپ کے خیال میں انہیں کشمیر کے حوالے سے کیا موقف اپنانا چاہیے اور ان پیچیدہ حالات میں ہمارے آرمی چیف چین کا چار روزہ سرکاری دورہ کر رہے ہیں وہ کتنی اہمیت کا حامل ہے؟

رضاء الحق: پہلی بات تو یہ ہے کہ شنگھائی تعاون تنظیم ایک علاقائی تعاون کی تنظیم ہے جس میں روس بھی ہے، چین بھی ہے، دیگر وسطی ایشیائی ممالک بھی ہیں اور اب تو ساری دنیا مبصر کے طور پر آتی ہے۔ پاکستانی وزیر خارجہ کا اس میں شرکت کرنا بھارت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ پاکستان شنگھائی تعاون تنظیم کے چارٹر پر دستخط کر چکا ہوا ہے لہٰذا اس میں جانا ہی جانا ہے۔ اگر پاکستان اس کا بائیکاٹ کرے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہمارے وزیر دفاع بھی آن لائن شرکت کریں کیونکہ چین اور روس کے وزیر دفاع بھی اس کانفرنس میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد سربراہان کی سمٹ ہوگی اس میں شاید ہمارے وزیر اعظم بھی جائیں۔ اس کے بعد اگلے دو تین سال میں اس تنظیم کی صدارت پاکستان کو مل جائے گی تب بھارت سمیت تمام رکن ممالک کو پاکستان آنا پڑے گا۔ جہاں تک آرمی چیف کے دورہ چین کی بات ہے تو یہ بہت خوش آئند ہے، پاکستان کو روس اور چین سے تعلقات بڑھانے چاہئیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ امریکہ سے تعلقات بگاڑ لیے جائیں لیکن اتنا بھی امریکہ کی غلامی اختیار نہ کی جائے کہ وہ ہمیں نقصان پہنچا سکے۔ پاکستان کو اپنی تاریخ سے سبق سیکھنا چاہیے کہ جب پاکستان امریکہ کی دوستی میں حد سے بڑھا ہے تو نقصان اُٹھایا ہے جیسے نائن الیون کے بعد اُٹھایا اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکہ کی پراکسیز پاکستان میں متحرک ہو جاتی ہیں اور پاکستان میں دہشت گردی کرواتی ہیں۔ اس کے برعکس پچھلے چار پانچ سال سے پاکستان امریکہ سے تھوڑا پیچھے ہٹا ہے تو دہشت گردی بھی کنٹرول ہوئی ہے، اس دوران ہماری پالیسی بھی قدرِ آزاد ہوئی ہے اور چین سے بھی تعلقات بڑھے ہیں۔ روس سے بھی پاکستان کے تعلقات بڑھ رہے ہیں۔ اب آرمی چیف کا دورہ چین انتہائی اہم ہے جس میں چین کے انتہائی اہم فوجی اور سول اعلیٰ عہدیداران سے ملاقاتیں ہوں گی۔ چین یہ چاہ رہا ہے کہ اس خطہ میں امریکی اثر رسوخ کو محدود کیا جائے۔ جس طرح اس نے ایران اور سعودی عرب کے درمیان معاہدہ کروا کر امریکی مفادات کو ضرب لگائی ہے۔ پھر اسی شنگھائی تعاون تنظیم اور BRICS کے تحت یہ کوشش بھی کی جا رہی ہے کہ ڈالر کے مقابلے میں نئی کرنسی کا استعمال شروع کیا جائے۔ یہ پاکستان کے مفاد میں ہوگا کہ کیونکہ ڈالر سے جان چھوٹے گی اور قرضوں اور سود سے بھی جان چھوٹے گی۔ خاص طور پر ایشیائی ممالک کے ساتھ ہماری تجارت بڑھے گی تو ہمارے بہت سارے مسائل اس وجہ سے حل ہوں گے۔ پاکستان میں بہتری آسکتی ہے بشرطیکہ دیانت دار قیادت ہو اور ملکی مفاد میں فیصلے کرنے کی اہلیت رکھتی ہو۔ اس کانفرنس میں شرکت کے ذریعے پاکستان کے پاس موقع ہوگا کہ وہ کشمیر میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر آواز اُٹھائے۔

سوال: پچھلے ایک سال میں پاکستان میں سیاسی انتشار بڑھا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آڈیو اور ویڈیو لیکس کا پاکستان میں ایک نیا trend آیا ہے۔ اب تو ٹاپ لیول کے لوگوں کی خواتین کو بھی نہیں بخشا جا رہا ہے جو کہ انتہائی شرمناک فعل ہے اور اس کے بہر حال معاشرے پر برے اثرات مرتب ہوں گے۔ آپ کے خیال میں یہ ٹرینڈ کہاں سے آیا اور اس کے مقاصد کیا ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی چیز جب ضرورت سے زیادہ ہو جائے تو اپنی افادیت کھو دیتی ہے۔ شروع شروع میں لوگوں نے اس طرح کے ہتھکنڈوں کو سیریس لیا۔ لیکن اب عوام کی اکثریت اس کو سنجیدہ لیتی ہی نہیں۔ اگرچہ ان آڈیوز اور ویڈیو لیکس سے بعض افراد کا دہرا معیار اور اخلاق باختگی بھی سامنے آئی ہے جو قابل مذمت ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی ویڈیوز بنانا بڑا جرم ہے۔ بجائے اس کے کہ ویڈیو میں جو کچھ ہے اس پر توجہ دینے کے ویڈیو بنانے والے کو گرفت میں لیا جائے اور اس سے پوچھا جائے اس نے ویڈیو کس مقصد کے تحت بنائی۔ کون سے آئین اور قانون میں یہ شامل ہے کہ آپ لوگوں کے پرائیویٹ معاملات میں دخل اندازی کریں۔ لہٰذا اصل جرم ایسی ویڈیوز بنانا ہے، بنانے والوں کو پکڑا جائے اور ان کو سزا دی جائے۔

سوال: ہمارے موبائلز، ہماری نجی زندگی تک رسائی تو انٹیلی جنس ایجنسیوں کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ کوئی عام بندہ کسی کی فون کال ٹیپ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا جو یہ کر سکتے ہیں وہی ذمہ دار ہیں ان کے کیا مقاصد ہیں، کیا یہ بات اب عوام کے سامنے نہیں آنی چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: بالکل یہ بات اب سامنے آنی چاہیے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک طاقتور لوگوں کو آئین کے تابع نہیں کیا جائے گا، انہیں قانون کی گرفت میں نہیں لیا جائے گا، جب تک قانون کی نظر میں سب برابر نہیں ہو جاتے اس وقت تک مسائل ختم نہیں ہو سکتے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

انصاف اپنا اپنا

ڈاکٹر صغرا صدف

سیاسی جماعت کوئی بھی جیتے، اچھی بات ہے، سیاسی رہنما کوئی بھی مقبول و محبوب ہو بہت اچھی بات ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا صرف سیاسی جماعتیں اور اشخاص ہی جیت رہے ہیں یا پاکستان بھی سیاسی، معاشی، معاشرتی، سائنسی اور دیگر میدانوں میں جیت کو اپنا مقدر بنانے کے رستے پر رواں دواں ہو رہا ہے؟ بظاہر اس سوال کا جواب بہت مایوس کر دینے والا ہے کیونکہ پاکستان کو اندر سے اپنوں کی بے اعتنائی اور بے وفائی کا مسلسل سامنا ہے۔ تاہم جماعتوں کی آنکھ مچولی میں اخلاقی قدروں کی پامالی قوم کو پہنچنے والا وہ بڑا نقصان ہے جس کی تلافی میں صدیاں لگ جاتی ہیں۔ ابھی تک تو ضیائی سوچ کی تقسیم کے گڑھے نہیں بھرے جا سکے، موجودہ نفرت اور تذلیل کی بارودی سرنگیں جانے کب بے کار ہوں یا شاید یہ سب کچھ بھسم کر دیں۔

پچھلے کچھ عرصے سے حق و باطل کے آفاقی قوانین بھی مخصوص سوچ کی پیروی تک محدود ہو چکے ہیں۔ آزادی کے متوالوں کی سوچ اس حد تک سمٹ چکی ہے کہ میرا رہنما حق پر ہے، وہ جو کہتا ہے وہی حق سچ ہے، جو اسے مانتا ہے وہی سچا ہے اور جو اسے نہیں مانتا یا اس کے برعکس سوچتا ہے، اس کی سوچ باطل ہے۔ میرے رہنما کی برائی میں بھی اچھائی ہے اور دوسروں کی اچھائی بھی برائی ہے۔ اصل چیز جو مصیبت کا باعث ہے وہ ''میں'' ہے۔ میں نے جو کہہ دیا وہ درست تسلیم کیا جائے ورنہ گالی، فتویٰ، غداری کا سرٹیفکیٹ دینا میرا استحقاق ہے۔ اگر ہر فرد اپنی سطح تک جسے چاہے دیوتا سمجھتا رہتا تو شاید بچت رہتی مگر یہاں تو دوسروں کو ڈکٹیٹ کر کے فیصلہ مسلط کرنے کی روش چل نکلی ہے۔ پہلے بات حق سچ تک تھی اب انصاف تلک آ پہنچی ہے۔ انصاف کی تکڑی کو پتھر مار مار کر ڈانواں ڈول کر دیا گیا ہے۔ سب اپنی مرضی اور مفاد کا انصاف چاہتے ہیں۔ حالات اس ڈگر پر آ چکے ہیں کہ دلائل و براہین کی حیثیت ثانوی ہوتی جا رہی ہے اور پسند، ناپسند لازم ہوتے جا رہے ہیں۔

پہلے ریاست معاشی تنگدستی کا شکار تھی اب آئینی بحران میں الجھتی جا رہی ہے۔ عدل کے اداروں اور ان سے جڑی شخصیات پر لوگوں کا اعتماد باقی رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو تو لوگ خود انصاف کرنے لگتے ہیں اور اپنا اپنا نظریہ انصاف گھڑ لیتے ہیں۔ جو کسی معاشرے کو زیب نہیں دیتا۔ آئین معاشرے کو جوڑ کر رکھتا ہے اگر اس کی گرہیں کھلنا شروع ہو گئیں تو پھر کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ اس وقت تمام جماعتیں دست و گریباں ہیں۔ اپنی جیت کے خمار میں مخالفت کی سڑک پر دوڑتے دوڑتے لوگ اتنی دور نکل آئے ہیں کہ ایک دوسرے کی بات سننے اور شکل دیکھنے کے روادار نہیں۔ جب کہ موجودہ تمام مسائل کا حل مل بیٹھنے سے ممکن ہے۔ سیاست کا مطلب دلائل، اکثریتی آرا اور صلاح مشورے سے معاملات حل کرنا ہے۔ جو اس وقت بالکل ناپید ہے۔

ملک کی حالیہ صورتحال میں سیاست ہارتی نظر آتی ہے۔ عدل و انصاف کے بغیر مہذب معاشرے کا وجود ناممکن ہے۔ اخلاقی اور قانونی اصلاحات کے جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدا میں انصاف کی اصطلاح راست باز و نیکوکار کے معنوں میں برتی جاتی تھی اور انصاف ضابطہ اخلاق کے مکمل اتباع کا نام تھا۔ منصفانہ معاشرے کے لیے لوگوں کی ذہنی تربیت بہت اہم ہوتی ہے تاکہ عدلیہ جن اصولوں کے رائج کیے جانے پر زور دے لوگ ان کی پیروی ڈر خوف اور مجبوری کی بجائے خوشی سے کریں۔ انصاف کا یہ بھی تقاضا ہے کہ معاشرے کے تمام افراد انفرادی اور مجموعی طور پر معاشرے کی ترقی اور بہتری کے لیے کام کریں۔ انصاف، جانبداری اور تفریق کی نفی کا نام ہے۔ سب سے یکساں سلوک دراصل ہر طرح کے ظلم اور استحصال کا خاتمہ ہے جس کا نتیجہ امن اور خوشحالی ہے۔ بے انصافی ایسے مسائل کو جنم دیتی ہے جن کا مداوا صدیوں کو کرنا پڑتا ہے۔ افلاطون کے نظریہ عدل کے مطابق فرد جتنا پیدا کرتا ہے اتنا ہی حاصل کرنے کا مجاز ہے۔ عادل انسان جو کچھ ملک و قوم سے لیتا ہے اس کے برابر لوٹاتا بھی ہے۔ یہی اصول ہر شے پر لاگو ہے۔ کائنات کچھ لو کچھ دو کے قانون پر آگے بڑھ رہی ہے۔ عدل کا بھی یہی معاملہ ہے۔ عدل کرنا نیکی اور امن قائم کرنے میں اپنا حصہ ڈالنا ہے جب کہ عدل نہ کرنا یا عدل کے رستے میں رکاوٹ ڈالنا معاشرے میں بدامنی اور شر پھیلانا ہے۔ رہنما اپنی ذات کو سماج سے جدا نہیں کر سکتا، وہ اپنے فیصلوں سے جو اچھائی برائی معاشرے کی جھولی میں ڈالتا ہے وہ اُس پر بھی ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو رہنما سماج میں بے انصافی کی روایت ڈالے گا اسے بھی اس کے مہلک ثمرات بھگتنا ہوں گے۔ چرب زبانی اور جھوٹ کی عمر زیادہ نہیں ہوتی، سچ اور حق کو طویل مدت تک مصنوعی غلافوں میں چھپا کر لوگوں کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ خدا کرے علم و شعور کی اس صدی میں قانون اپنے اصل معنوں میں اُجاگر ہو اور دنیا عدل کی پیروی کو اپنا فرض سمجھے۔ عدل صرف قوانین کا احترام ہی نہیں بلکہ وسائل کی مساویانہ تقسیم بھی عدل کا تقاضا ہے۔

۞۞۞

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی جنوبی، کورنگی شرقی کے نقیب حافظ ارسلان احمد خان کی دونوں ٹانگوں کا آپریشن ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

جس طرف دیکھیے قیامت ہے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

عیدالفطر حسبِ دستور ڈھیر ساری چھٹیوں کے درمیان آئی اور گزر گئی۔ رسمِ دنیا بھی ہے، موقع بھی ہے، دستور بھی ہے، کے تحت وقتاً فوقتاً معاشی ترقی کا پہیہ کسی نہ کسی چھٹی اسٹیشن پر جام ہو کر رک جاتا ہے۔ مہنگائی ہو نہ ہو، ڈالر، سونا اوپر جائے یا نیچے عجب مجذوب قوم ہے۔ اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے..... کی کیفیت میں کچھ نہ کچھ منانے پر کمربستہ رہتی ہے۔ ایک ہفتہ بھر میں بھی عید سمٹ نہ پائی۔ کام کرنے والے، دفاتر میں حاضری دوسرے ہفتے تک بھی پوری نہ ہو پائی۔ سیاسی کشمکش کاری میں پوچھنے والا ہی کوئی نہیں!

عید پر اہم ترین 'بریکنگ نیوز' میں سے ایک کی ابتدا کچھ یوں تھی کہ 'عید کے پہلے ہی روز انتہائی افسوسناک خبر ہم آپ کو سناتے ہیں۔ زندگی اور موت کی کشمکش کے بعد ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوشش کے باوجود نور جہاں دم توڑ گئی۔ بخار میں مبتلا تھی۔ تالاب میں گرنے کے بعد صحت بحال نہ ہو سکی۔ دو ماہ کی بیماری کاٹی۔ ذہنی اور جسمانی دباؤ کا شکار رہی۔' دم بخود ہم معمہ سمجھنے کو تھے دعائے مغفرت سے پہلے، کہ اچانک پتا چلا کہ 'بچوں کی عید خراب ہوگئی، چڑیا گھر (کراچی) کی ہتھنی 'نور جہاں' کے انتقالِ پرملال سے'! ہم دنیا بھر سے خبریں سمیٹنے، حالات سمجھنے کے چکر میں تھے لیکن یہاں طویل رپورٹ نہ صرف ہتھنی کی موت، اس کی وجوہات اور ان صفائیوں کے ضمن میں تھی جو ہمارے ذمہ داران دنیا کو پیش کر رہے تھے کہ ہم نے نگہداشت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا! اسی پر بس نہیں۔ سری لنکا کے اعزازی کونسل جنرل نے ہمارے آنسو پونچھتے ہوئے دو ہتھنیاں ہمیں تحفہ دینے کا اعلان فرمایا۔ ساتھ ہی اعلان ہوا کہ سفاری پارک کراچی میں ایک ایکڑ سے زیادہ زمین انتظامیہ نے 'مدھو بالا' (اگلی ہتھنی) کے لیے مختص کر دی۔

چارپائے عالمی تنظیمی برائے بہبودِ جانوراں 4-Paws کو ہم رپورٹ دیتے رہے۔ نجانے 'دو پائے' 2-Paws کی بہبود کا بھی کوئی عالمی سامان اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟ ہم تو مفلسی میں گیلے اور مہنگے آٹے میں کچھ عوام کے لیے انتظام و اہتمام کی خبروں کی تلاش میں تھے مگر یہاں نور جہاں کے بعد مدھو بالا ترجیح اوّل رہی۔ ایک ایکڑ مختص کرنے پر کراچی میں 2022ء-2021ء میں تجاوزات کے نام پر گرائے جانے والے گھر، بلڈنگیں، روتے بلکتے متاثرین جن کے سر چھت سے محروم کر دیے گئے نظروں میں گھوم گئے۔ معاوضہ بھی نہ دیا گیا۔ 2021ء کی ایسی ہی ایک رپورٹ میں (یکم نومبر: ڈان) اس کے خلاف آواز اٹھانے والی تنظیم کے مطابق 70 ہزار گھر زمین بوس کیے گئے جبکہ حکومت نے تعداد 435 بتائی! نجانے انسانوں سے بڑھ کر جانوروں کی خصوصی دیکھ بھال اور حقوق کا اہتمام آج کی دنیا میں اتنا مقبول کیوں ٹھہرا۔ ہم ہاتھیوں، بندروں سے بغض نہیں رکھتے مگر اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی! آئی ایم ایف بھی پاکستانیوں کو سسکانے پر تلا بیٹھا ہے حکومت سے ایسے اخراجات بارے سوال نہیں کرتا؟

عید کے موقع پر امریکا میں منی سوٹا میں 2 مساجد نذرِ آتش کرنے کے واقعات ہوئے۔ مگر دنیا میں کسی کے کان پر جوں نہ رینگی۔ یہ بریکنگ نیوز نہ تھی۔ اگر پاکستان میں کرسمس کے موقع پر 2 چرچ خدانخواستہ نذرِ آتش کر دیے جاتے تو قیامت کھڑی ہو جاتی! پورا مغرب تھرا اٹھتا۔ ادھر کشمیر میں تلاشی کے دوران گھروں کے تقدس پامال ہوتے رہے۔ دو خواتین کو ملک دشمن قرار دے کر گولیاں مار دیں، کوئی پرسانِ حال نہیں۔ افغانستان میں 'خواتین کی آزادی' کے نام پر پوری دنیا آئے دن تڑپ تڑپ کر قراردادیں پاس کرتی، بیان جاری کرتی رہتی ہے۔ باوجودیکہ افغان عورت کو جان و مال، عزت و وقار کا بہترین تحفظ میسر ہے۔ (صرف سڑکوں پارکوں پر عشوے غمزے دکھاتی، اٹھلاتے پھرنے پر پابندی ہے۔) جو منہج شریعت بھی ہے اور عورت کے تقدس کا تقاضا بھی! دوحہ میں ہونے والے حالیہ مذاکرات میں جب طالبان حکومت تسلیم کرنے کی پیش رفت جاری تھی تو رائٹر کے مطابق کابل میں (فقط) 25 آزادی پسند خواتین نے اس کے خلاف مظاہرہ فرمایا! اتنے شور شرابے کی اوقات یہ ہے!

امریکا میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی سب سے بڑی تنظیم CAIR نے یہ انکشاف کیا ہے کہ امریکا میں سرکاری تفتیشی، چوکسی فہرست Watch List میں 98.3 فیصد نام مسلمانوں کے ہیں۔ (تنظیم نے اس کی ایک کاپی حاصل کی جو 10 لاکھ ناموں پر مشتمل تھی۔) لہٰذا جابجا مسلمانوں کو سفر، حصولِ ملازمت، بینک اکاؤنٹ کھولنے میں رکاوٹیں حائل ہیں۔ امریکی معاشرہ آج بھی مسلمانوں کو قبول کرنے پر تیار نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میڈیا میں مسلمانوں بارے غلط تاثر کی بنا پر اسکولوں میں چھوٹے بچوں تک کے خلاف 2022ء میں اسلاموفوبیا واقعات 63 فیصد بڑھ گئے ہیں۔ ہم تو ہاتھیوں کے لیے بھی دنیا کے آگے حسنِ سلوک بارے جواب دہ ہیں۔ اور وہ مسلمان بچوں کو دھمکانے، تحقیر کرنے کی کھلی چھٹی رکھتے ہیں۔ یہ ہم مسلمانوں کے معذرت خواہانہ رویوں کی بنا پر ہے۔

سوڈان کے حالات حد درجہ تکلیف دہ ہیں۔ اپنے ہاتھوں اپنا ملک اجاڑنے پر کمربستگی اذیت ناک ہے۔ ہم پیچھے پلٹ کر دیکھیں، تو پاکستان کو اللہ ہی نے بال بال بچا لیا ہے ورنہ یہاں بھی ملکی تحفظ کی بجائے سیاسی انانیت ہمیں اس مقام تک لے گئی تھی جہاں دو دھڑوں میں بٹ کر خدانخواستہ سوڈان والی گولا باری اور دھماکا خیزی شروع ہو چکی ہوتی۔ سوشل میڈیا تک محدود رہ کر ہوش کے ناخن لے کر اللہ کی مہربانی سے ہم بچ گئے۔ ورنہ دشمنوں کی دیرینہ آرزو پوری ہو چکی ہوتی۔ فوج کی دھڑے بندی (عمران خان پر بٹنے) کی تیاری ہو چکی تھی۔

دنیا ہر طرف نت نئے مسئلوں سے دوچار ہے۔ عالمی ترقیاتی رپورٹ 2023ء کے مطابق ورلڈ بینک نے مطلع کیا ہے کہ رئیس اور درمیانے درجے کے ممالک کے

ہاں تیزی سے گھٹتی، مٹتی آبادیوں کی بنا پر باصلاحیت افراد کے لیے روزگار کے مواقع بہت ہیں۔ مگر دنیا میں بہتر نظام نہ ہونے کی بنا پر (روزگار کے متلاشی ایک طرف دھکے کھاتے، سمندروں میں ڈوبتے، مرتے دیکھے جاسکتے ہیں اور دوسری طرف) ان ممالک کی ضرورت پوری نہیں ہو رہی۔ اس میں مغربی ممالک (بالخصوص یورپ) کا تکبر، تعصب (بالخصوص مسلمانوں کے لیے اور دوسری سطح پر نسلی کمتری/ برتری کی بنا پر) کارفرما ہے۔ ان کے ہاں عورت، گھر، خاندان اجاڑ دیے گئے۔ ’مرد بے کار و زن تہی آغوش‘ کا طعنہ ایک صدی پہلے جو اقبال نے دیا تھا وہ حرف بحرف پورا ہو رہا ہے۔ امریکا یورپ میں آبادی کی تیزی سے گرتی شرح، انسانیت ساز ہاتھوں (مامتا، ماں کی گود سے محرومی) کا چھن جانا معاشروں کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں عمر کے نازک ترین حصے میں شفقت، تحفظ، رہنمائی، نفسیاتی سکینت سے محروم اسکولوں کالجوں میں خودرو پودوں کی مانند جھاڑ جھنکار بن کر رہ جاتے ہیں۔ گن کلچر (آئے دن بازاروں، دفاتر، تعلیمی اداروں میں فائرنگ)، منشیات، اخلاقی بحران، شادی شدہ زندگی کی سکینت، بچوں کی معصوم کلکاریوں سے گھروں کو چار چاند لگا دینے کی نعمت سے محرومی۔ غیر فطری زندگی نے انہیں مخبوط الحواس، خود پرست پتھریلے روبوٹ بنا ڈالا ہے۔

آپ امریکی جمہوریت کا زوال دیکھیے۔ پچھلے دور میں انہیں ٹرمپ جیسا اخلاق باختہ، بدزبان، ان گھڑ اول جلول صدر میسر آیا لے دے کر، جس کے ہاتھ میں یک قطبی دنیا کی سپر پاور کا مرکز بننے کی ساری کنجیاں بھی تھیں اور ایٹمی بٹن بھی! اس کے بعد کے دور میں بوڑھا تقریباً خبطی (عمر کی زیادتی کے ہاتھوں) بائیڈن (اَسّی سالہ) چلتا رہا۔ خوبصورت ملبوسات سے سجے سنورے صدر اور خاتون اول، مصنوعی دانتوں، رنگے بالوں کے ساتھ بڑی تقریبات تو سجاتے رہے مگر بھول بھول جاتے۔ اب المیہ یہ ہے کہ امریکی جمہوریت دوبارہ انتخابات میں بھی انہی دونوں حضرات کو لیے کھڑی ہے! امریکا بانجھ ہو گیا۔ دوبارہ انتخاب لڑنے کا اعلان کرتے ہوئے بائیڈن نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ تم مجھے بوڑھا کہو، میں اسے تجربہ کاری اور سرد و گرم چشیدگی کہوں گا۔ تم کہتے ہو میں قدیم ہو چکا، میں کہتا ہوں کہ میں عقل مند ہوں۔

دوسری جانب امریکی پادری، امریکا کے اخلاقی زوال پر چیخ و پکار کر رہا ہے۔ امریکی مقبول و معروف پادری جان میکارتھر کا کہنا ہے کہ اس ملک میں دہشت گرد حملوں پر بہت بات ہوتی ہے۔ مگر دو سب سے بڑے حملے وہ تھے جو کسی مسلمان نے نہیں بلکہ امریکی سپریم کورٹ نے کیے۔ پہلا حملہ اسقاطِ حمل کو قانونی جواز دینے کے ذریعے ہوا۔ جو رحم میں انسانی زندگی کا قتل، مامتا کا گلا گھونٹنے کے مترادف ہے۔ یہ مظلوم اللہ سے، اس قوم سے اپنے خون کا بدلہ مانگتے ہیں۔ دوسرا دہشت گردانہ حملہ سپریم کورٹ کا ہم جنس پرستوں کو شادی کی اجازت دینا تھا۔ یہ قانون خود خاندان کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ نہ کوئی بم، نہ کوئی دھماکا، نہ لوگوں پر جسمانی حملہ۔ مگر اس دہشت گردی کی مثال کوئی دوسری نہیں ہے۔ تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرے گی، جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا! جو اقبال نے صدی پہلے کہا، وہی بات پادری نے انگریزی میں کہہ ڈالی! ہمارے مغرب پرستوں کے لیے سمجھنے کو بہت کچھ ان احوال میں مضمر ہے! (یاد رہے کہ یہ پادری خود شادی شدہ، 4 بچوں کا باپ ہے۔ 15 پوتے نواسے نواسیاں اور 2 پڑپوتے ہیں۔)

جس طرف دیکھیے قیامت ہے
نیک انسان مر گئے شاید

”قابل رشک لوگ“

قرۃ العین خان

اس مختصر سی حیات میں اللہ کی نعمتوں وقت، مال اور صحت سے سرفراز بہت سے اہل جنوں ایسے ہوتے ہیں جو اسے مخلوقِ خدا کی خدمت میں لگا کر اپنی زیست کے لمحات کو قیمتی بنا کر بہت آگے نکل جاتے ہیں اور بہت سے خردمند محض محو تماشا ہی رہ جاتے ہیں۔

تنظیم اسلامی پاکستان ایک اصولی دینی اسلامی جماعت ہے جو اللہ کی زمین پر اللہ کے کلمے کو سربلند کرنے کے لیے 1975ء میں قائم ہوئی۔ یہ نہ تو کوئی مذہبی فرقہ ہے اور نہ ہی معروف معنی میں سیاسی جماعت بلکہ اہلسنت و جماعت کے عقائد کی حامل سوادِ اعظم کا حصہ ایک جمعیت ہے۔ دیگر دینی جماعتوں کی طرح اس جماعت کی بھی ایک انفرادیت ہے جو ہر سال ماہ رمضان میں نماز تراویح کے ساتھ دورہ ترجمۂ قرآن کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ راقم ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہے جسے اس جماعت کے بانی امیر ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم جو اس پروگرام کے موجد تھے کی نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کی محفل میں 90 کی دہائی میں شرکت کا شرف حاصل ہوا اور تادمِ تحریر بھی ان کی باقیات الصالحات کی خدمات سے مستفید ہو رہا ہوں۔

پورے پاکستان میں سو سے زائد مقامات پر نماز تراویح کے ساتھ دورہ ترجمۂ قرآن کی روح پرور محافل جہاں اس جماعت کی ابتدا کرنے والے کے لیے ایک بہت بڑے صدقۂ جاریہ کا موجب ہیں وہیں اس کے انعقاد میں اپنی جان و مال اور صلاحیتوں کو کھپانے والے بھی قابل رشک لوگ ہیں جو رمضان المبارک کے مہینے میں قیام اللیل کے لیے بہترین ماحول مہیا کرتے ہیں۔

واقعتاً یہ قابل رشک لوگ ہیں جو دن بھر کے روزے کی تکان کے بعد رات کے قیام کا سامان میسر کرتے ہیں اور سحری سے قبل تک اللہ کے مہمانوں کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ ان کی محنتوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔

اگرچہ اس خدمت دینیہ میں بہت سے لوگ شامل ہیں لیکن دو قسم کے لوگ قابل رشک ہیں ایک وہ جو اس ماہ میں اپنے مال کو دن رات اللہ کی مخلوق پر لٹاتے ہیں اور دوسرے وہ جو ناظرہ و ترجمۂ قرآن سنا کر ابنائے آدم کی ارواح کو ایمان کی غذا فراہم کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت ان قابل رشک لوگوں کی مخلصانہ و عاجزانہ مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کو ان کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام مختلف حلقہ جات میں دورہ ترجمہ قرآن اور خلاصہ مضامین قرآن کے پروگرام 2023ء

حصہ اول

مرتب: وقار احمد

حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن

1۔ گجرات: تقویٰ مسجد متصل گرین ٹاؤن پولیس چوکی جلالپور روڈ گجرات میں مقامی تنظیم کے تحت ہونے والے پروگرام میں دورہ ترجمہ قرآن کی سعادت امیر حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن حافظ علی جنید میر نے حاصل کی۔ جس میں اوسطاً 75 مرد حضرات اور 25 خواتین کی شرکت رہی۔

2- سیالکوٹ: مسجد احیائے دین، مدثر شہید روڈ نزد فاطمہ میرج ہال ہنٹر پورہ سیالکوٹ میں دورہ ترجمہ قرآن کے مدرس ناظم تربیت حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن حافظ نعیم صفدر بھٹہ تھے۔ اس پروگرام میں روزانہ تقریباً 65 مرد حضرات اور 15 خواتین کی شرکت رہی۔

3- گوجرانوالہ: مسجد نمرہ سوئی گیس لنک روڈ محلہ ملک پارک گوجرانوالہ میں مقامی تنظیم کے تحت دورہ ترجمہ قرآن کا اہتمام بعد از نماز تراویح بذریعہ ویڈیو بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً 11 حضرات کی شرکت رہی۔

4- پھالیہ: دفتر تنظیم اسلامی مسجد المصطفیٰ نزد اسد اللہ پور ویگن سٹینڈ، گھنیاں روڈ پھالیہ میں دورہ ترجمہ قرآن بعد از نماز تراویح بذریعہ ویڈیو بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہوا۔ اس پروگرام میں اوسطاً 10 افراد کی شرکت رہی۔

5- کامونکی: ایچ ایف سی مین جی ٹی روڈ کامونکی میں بعد از نماز فجر دورہ ترجمہ قرآن بذریعہ ویڈیو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کیا گیا۔ تقریباً 10 افراد شریک رہے۔

حلقہ سرگودھا ڈویژن

1۔ سرگودھا: مسجد جامع القرآن سرگودھا میں مقامی تنظیم کے تحت دورہ ترجمہ قرآن کا انعقاد بذریعہ ملٹی میڈیا ویڈیو امیر محترم ﷾ ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً 45 مرد حضرات اور 12 خواتین کی شرکت رہی۔

2۔ میانوالی: مسجد بیت المکرم میں خلاصہ مضامین قرآن کے مدرس مقامی امیر نور خان صاحب تھے۔ اس پروگرام میں تقریباً 35 افراد شریک رہے۔

3۔ میانوالی (اسرہ): جامع مسجد عمر فاروق میانوالی میں مقامی تنظیم کے تحت اسرہ کی سطح پر دورہ ترجمہ قرآن کا انعقاد بذریعہ ملٹی میڈیا ویڈیو امیر محترم ﷾ ہوا۔ اس پروگرام میں اوسطاً 25 افراد شریک رہے۔

4۔ جوہر آباد (اسرہ): البرکہ ہال جوہر آباد میں مقامی تنظیم کے تحت منفرد اسرہ کی سطح پر دورہ ترجمہ قرآن کا انعقاد بذریعہ ملٹی میڈیا ویڈیو امیر محترم ﷾ ہوا۔ اس پروگرام میں 20 حضرات کی شرکت رہی۔

حلقہ پنجاب پوٹھوہار

1۔ چکوال: پریسٹو سکول چکوال میں خلاصہ قرآن کا انعقاد ہوا جس کی سعادت مولانا خرم شہزاد نے حاصل کی۔ جس میں 20 افراد شریک رہے۔

2۔ گوجر خان: جامع مسجد العابد گوجر خان میں دورہ قرآن ہوا۔ مدرس حافظ ندیم مجید تھے اور تقریباً 25 حضرات کی شرکت رہی۔

3۔ جہلم: مرکز بیان القرآن جہلم میں دورہ ترجمہ قرآن کا اہتمام بذریعہ ویڈیو بانی محترمؒ ہوا۔ جس میں اوسطاً 30 افراد شریک رہے۔

4۔ میرپور: کشمیر اسلامک سنٹر میرپور میں دورہ ترجمہ قرآن بذریعہ ویڈیو بانی تنظیمؒ ہوا۔ افتخار صاحب صاحب نے بھی بطور مدرس سعادت حاصل کی۔ اس پروگرام میں تقریباً 160 مرد حضرات کی شرکت رہی۔

5۔ اسرہ ساگری: رہائش گاہ ظفر اقبال بھٹی میں دورہ ترجمہ قرآن کا انعقاد بذریعہ ویڈیو بانی تنظیمؒ ہوا۔ جس میں 09 افراد حضرات شریک رہے۔

حلقہ کراچی جنوبی

1۔ لانڈھی: قرآن مرکز لانڈھی میں دورہ ترجمہ قرآن کی سعادت محمد سہیل راؤ نے حاصل کی۔ اس پروگرام میں اوسطاً 60 مرد حضرات اور 70 خواتین کی شرکت رہی۔

2۔ کورنگی شرقی: ملن بینکوٹ کورنگی شرقی میں دورہ ترجمہ قرآن کا اہتمام ہوا۔ مدرس محمد ہاشم صاحب تھے۔ اس پروگرام میں تقریباً 200 مرد اور 150 خواتین نے شرکت کی۔

3۔ کورنگی وسطی: راج محل لان کورنگی وسطی میں دورہ ترجمہ قرآن محمد نعمان نے کروایا۔ جس میں اوسطاً 400 خواتین اور 400 مرد شریک رہے۔

4۔ سوسائٹی: گلستان انیس سوسائٹی میں دورہ ترجمہ قرآن عامر خان نے کروایا۔ اس پروگرام میں تقریباً 550 مرد حضرات اور 450 خواتین کی شرکت رہی۔

5۔ اختر کالونی: ریڈیسن میرج لان اختر کالونی میں دورہ ترجمہ قرآن کی سعادت عاطف اسلم نے حاصل کی۔ جس میں تقریباً 145 مرد حضرات اور 80 خواتین نے شرکت کی۔

6۔ ڈیفنس: قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں دورہ ترجمہ قرآن ڈاکٹر الیاس خان نے کروایا جس میں تقریباً 800 مرد حضرات اور 250 خواتین کی شرکت رہی۔

7۔ اولڈ سٹی: ہمادان نزد جنگ پریس اولڈ سٹی میں دورہ ترجمہ قرآن محمد رضوان نے کروایا۔ اس پروگرام میں اوسطاً 70 خواتین اور 100 مرد حضرات کی شرکت رہی۔

8۔ کلفٹن: سفیر ان لان کلفٹن میں محمد اسلم نے خلاصۂ مضامین قرآن کروایا۔ اس پروگرام میں تقریباً 80 خواتین اور 70 مرد حضرات کی شرکت رہی۔

9۔ کورنگی غربی: معین سینٹری ہال کورنگی غربی میں مقامی تنظیم کے تحت خلاصہ مضامین قرآن کا اہتمام ہوا۔ انجینئر ندیم حسین نے مدرس کی سعادت حاصل کی۔ تقریباً 40 مرد حضرات اور 30 خواتین کی شرکت رہی۔

10۔ کورنگی غربی: تھری ایس سکول کورنگی غربی میں ڈاکٹر وقاص علی نے خلاصہ مضامین قرآن کروایا۔ اس پروگرام میں اوسطاً 05 خواتین اور 15 مرد حضرات شریک رہے۔

حلقہ ملاکنڈ

1۔ اسرہ کبل: رہائش گاہ آفتاب حسین میں دورہ قرآن کا انعقاد بذریعہ ویڈیو بانی تنظیمؒ ہوا۔ جس میں تقریباً 14 افراد شریک رہے۔

2۔ واڑئی: واڑئی ملاکنڈ میں مقامی تنظیم کے تحت منتخب نصاب کے دورہ کا انعقاد کیا گیا۔

3۔ بی ہیوڑ: مسجد لوہار آباد ملاکنڈ میں مقامی تنظیم کے تحت منتخب نصاب کے دورہ کا اہتمام بذریعہ آڈیو امیر محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کیا گیا جس میں تقریباً 20 افراد شریک رہے۔

4۔ باجوڑ غربی: مسجد عثمان توحید آباد باجوڑ غربی میں دورہ قرآن کا انعقاد کیا گیا۔ مدرس نبی محسن تھے۔ اس پروگرام میں 30 مرد حضرات اور 40 خواتین کی شرکت رہی۔

5۔ سوات: جامع مسجد غالیگے سوات میں دورہ ترجمہ قرآن کی سعادت حبیب علی، شاہ فیصل اور ظہور احمد نے حاصل کی جس میں تقریباً 35 افراد شریک رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ روزہ اور قرآن دونوں کو ہم سب کے حق میں ایسا سفارش کرنے والا بنائے جن کی سفارش بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو۔ آمین! (جاری ہے)

Eve*(AS)*. Their tribes, races, and nations are conventional labels by which we may know their differing characteristics. Before Allah *(SWT)* they are all one, and the most righteous is the most honorable. Allah *(SWT)* is the Creator of all human beings and as such they are all equal before Him.

These two principles of unity of the human race and oneness of Creator may appear rather theoretical, but history tells us that the Prophet of Islam *(SAAW)* established a society based on these very principles which was free of internal strife and conflict. Even H. G. Wells, who otherwise is a bitter critic of the personal life of the Holy Prophet *(SAAW)*, acclaims that it was a great feat of Prophet Muhammad *(SAAW)* that he, in fact, established a human society based on the lofty moral ideals of Islam.

Everybody knows that modern science and technology has brought about fantastic changes in contemporary life. Our globe has shrunk tremendously; we can travel from one corner of the earth to another in a matter of hours. The world has been reduced to a village, various countries being like localities of a single town. But this elimination of distance is entirely a physical and outer phenomenon. Mentally and psychologically, the various nations of the world are still far apart from each other. Even though at the political level men aspire to develop a universal brotherhood and a single world-State, yet in reality they cannot find a basis or value through which to overcome the barriers of color, creed and race.

Ref: An excerpt from the English translation of the Book قرآن اور امن عالم by Dr Israr Ahmad *(RAA)*; "The Qur'an and World Peace" [Translated by Dr. Absar Ahmad]

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے دو بیٹوں (1) عمر 34 سال، تعلیم CA، برسرروزگار، (2) عمر 30 سال، تعلیم MBA، برسرروزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل، تعلیم یافتہ، لاہور کی رہائشی لڑکیوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 042-35464492

☆ بہاولنگر شہر میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 32 سال، سرکاری ٹیچر، قرآن وحدیث کی تعلیم، کے لیے نیک سیرت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ نہ جہیز کی ضرورت۔ نکاح سنت طریقے سے کیا جائے گا۔

برائے رابطہ: 0316-1176697

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن — دعائے مغفرت

☆ حلقہ بلوچستان کے سینئر رفیق راشد گنگوہی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: (بیٹا) 0333-7860934

☆ حلقہ کراچی شمالی، گلشن معمار کے ناظم دعوت محترم فیصل الزماں کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0321-2730761

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلشن اقبال کے معتمد جناب ذہیب احمد کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0300-0755011

☆ حلقہ ملاکنڈ، تیمر گرہ کے مبتدی رفیق راحت اللہ کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0345-9520693

☆ حلقہ نیوملتان کے ملتزم رفیق محترم محمد افضل حق کی بڑی بھابھی یو کے میں اور چھوٹی بھابھی ساہیوال میں ایک ہی دن میں دو گھنٹے کے وقفہ سے وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0333-6162750

☆ حلقہ گوجرانوالہ کے رفیق ریحان چیمہ کے تایا وفات پا گئے۔

☆ حلقہ فیصل آباد کے مقامی امیر محمد اصغر صدیقی کی خوشدامن اور ہم زلف وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0333-5772414

☆ حلقہ سکھر کے ملتزم رفیق محترم ممتاز علی چوہان کی بیٹی وفات پا گئی۔

برائے تعزیت: 0318-1395202

☆ حلقہ اسلام آباد کے معاون حلقہ محترم اویس ریاض کی ساس وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0334-0096915

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے ناظم پیروی برائے دعوتی و تربیتی امور محترم محمد سعید اور مقامی تنظیم پشاور غربی کے رفیق محترم محمد منیر کے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-8592485 0300-5952009

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

World Peace

As far as I can understand, Islam has two schemes to offer for the promotion of peace:

a) a real and long-term scheme, and

b) a short-term or interim one.

As regards the real, durable, and universal scheme to bring about peace on earth, Islam asserts emphatically and unambiguously that it can be achieved only through responding to the call of Islam, by believing in Allah *(SWT)* as the Creator and Sustainer of the universe and submitting to His will as expressed in the last Divine Revelation, i.e., the Holy Qur'an. A true Islamic society has the potential to expand and take the entire world into its fold, and thus to save all human beings from exploitation, disruption, oppression, and disquietude. The vicissitudes of human history are witness to the fact that whenever humanity adopted an ideology and way of life other than Islam, the world was torn by injustice and warfare. The Holy Qur'an says:

> Have you not seen how your Lord dealt with the Ad, of the (city of) Iram with lofty pillars, the like of whom were not created in (all) the land? And with the Thamud, who cut out (huge) rocks in the valley? And with Pharaoh of Stakes? They were those who had committed great excesses in the lands, and spread great mischief in them. **(Surah Al-Fajr 89:6-12)**

Thus, the main emphasis of Islam is on calling the entire humankind towards faith in its Lord and Creator, and urging it to submit to His Will. Indeed, the real way to establish lasting peace on earth is the following:

First of all, a true Islamic society and a genuine Islamic State needs to be established in one part of the world; this would act as a beacon, inviting the humankind towards the light of Iman and Islam. As a result, the boundaries of Islamic society and Islamic State would keep on expanding till the entire humanity would come within the fold of the love, benevolence and mercy of its Creator.

Under the present circumstances, however, this seems like a far-fetched idea. But Islam has a message of peace, love, and harmony for the interim period as well. Islam provides us with two cardinal principles, on the basis of which the peoples of the world can be united in global harmony. Thus, the Ayah 13 of Surah Al-Hujurat reads:

> O mankind! We created you from a single (pair of a) male and a female, and made you into nations and tribes, so that you may know each other. Verily the most honored of you in the sight of Allah is (one who is) the most righteous of you.... **(Al-Hujurat 49:13)**

Here the Holy Qur'an mentions two points which can create a deep sense of unity among the diverse races and religio-cultural groups of the world, viz., the unity of the Creator which leads us to the essential equality of humankind, and the common origin of the entire human race in the primordial pair of Adam and Eve*(AS)*, which leads us to the idea of universal brotherhood.

This Ayah addresses all of humanity and not just the Muslim community. All humankind has descended from the first couple, Adam and

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.18

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore